رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نکیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

فہرست مضامین

ایڈیٹر:۔ غلام نبی ✦ اسسٹنٹ:۔ مہر محمد خان ✦

نمبر ۹۱ و ۹۲ | مورخہ ۲۷/۳۰ جون سنہ ۱۹۲۱ء | ۲۵/۲۹ رمضان سنہ ۱۳۳۹ھ | جلد ۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے باوجود ناسازی طبع ۲۴ جون کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

آپ کے صدقۃ الفطر نصف صاع غلہ کی قیمت اور پوسے کی ۸ فی کس کے حساب سے وصول کی گئی ہے۔ اور عید سے قبل جمع کر کے مستحقین پر خرچ کی گئی۔

مکرم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر تالیف و اشاعت ایک ضروری کام کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے۔ اب واپس آگئے ہیں۔ دفتر تالیف سے جن احباب کو خطوط کا جواب توقف سے ملا ہو۔ وہ اس کی وجہ جناب سید صاحب کی عدم موجودگی خیال فرماویں۔

گذشتہ اطلاع کے بعد مسجد اقصیٰ میں معتکفین کی تعداد ۲۹ تک پہنچ گئی تھی۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بیرونجات سے بہت سے احباب تشریف لائے۔

انشاء اللہ ۲۷ جون کو جناب حافظ روشن علی صاحب سارے قرآن کا درس ختم کرینگے۔

مسجد مبارک میں جہاں سحری کو نماز تراویح ہوتی تھی۔ کئی دن ہوئے قرآن کریم ختم ہو چکا ہے اور مسجد اقصیٰ میں ۲۵ جون کی رات کو ختم ہوگا۔ سورہ ق سے آخر تک صاحبزادہ میاں ناصر احمد نے قرآن سنایا۔

بیرونی احباب چاند دیکھ کر عید کریں۔ قادیان میں جس دن رمضان کا چاند دیکھا گیا۔ اس کا حساب لگا کر عید نہ منائیں۔

نامہ لنڈن

(نوشتہ چودہری فتح محمد صاحب سیال ایم اے۔ ۱۰ مئی ۱۹۲۱ء)

ایک اور نو مسلم

ڈاکٹر ٹیگو سے ملاقات

میں قریباً ایک ماہ سے خط نہیں لکھ سکا۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ میں بیمار رہا ہوں۔ ایک قسم کا انفلوئنزا تھا جسکی وجہ سے قریباً دو ہفتہ تک طبیعت سخت خراب رہی اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آرام ہے۔

نئے حالات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب ہمارے

نئے مکان پر کام باقاعدہ شروع ہو گیا ہے۔ اور ہمسایہ لوگوں سے تعارف بھی ہو چلا ہے۔ پچھلے اتوار کو ہمارے پرانے دوستوں اور واقفوں کے علاوہ ایک درجن کے قریب قریب جاوا کے لوگ آئے۔ جو اس ملک کے لحاظ سے ایک خاص تعداد ہے ؎

ایک اور نو مسلم عرصہ زیر رپورٹ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور نو مسلم بھائی ہمیں دیا ہے۔ ان کا نام کارنیلیس بیبردان ہے اور آپ ناروے کے رہنے والے ہیں۔ احباب انکی استقامت کیلئے دعا کریں۔

ڈاکٹر ٹیگور بنگال کے مشہور شاعر آجکل لنڈن میں آئے ہوئے ہیں۔ ان کے مکان پر جا کر ان سے ملاقات کی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ آپ اس بات کو سنکر بہت خوش ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی سرزمین کو ایک نبی اللہ کی بعثت سے مشرف فرمایا۔ تاکہ ایشیا بھی یورپ کی طرح ایک اجتماعی رنگ میں اپنے علوم و فنون کا اظہار کر سکے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ لوگ بھی اس یونیورسٹی میں ایک پروفیسر قائم کریں۔ تاکہ آپ لوگوں کے خیالات سے بھی طالب علموں کو پوری پوری واقفیت ہو سکے۔ اور مجھے تاکید سے کہا کہ میں اب ہندوستان جا رہا ہوں۔ جب آپ وہاں آئیں تو مجھے ضرور یونیورسٹی کے ہیڈ کوارٹر میں ملیں۔ اس گفتگو کے ضمن میں میں نے عرض کیا کہ یورپ کے اتحاد کی اصل وجہ اتحاد مذہبی ہے۔ اگرچہ یورپ میں کئی ایک فرقے ہیں لیکن مذہب سب کا عیسائیت ہے یہی وجہ ہے کہ تمام یورپ کی تہذیب۔ علوم اور معاشرت میں اتحاد پایا جاتا ہے اسکے مقابلہ میں ایشیا تین کیمپوں میں تقسیم ہے۔ اسلام و ہندو دہرم اور بدھ مذہب کوئی ایسی طاقت ہونی چاہئے کہ ان تینوں مذہبوں کی جگہ ایک مذہب کر دے۔ پھر ایشیا بھی ایسا ہی مضبوط ہو جائیگا۔ جیسا کہ یورپ۔ چونکہ مذکورہ بالا تینوں مذہبوں میں سے صرف اسلام ہی بین الاقوامی مذہب بننے کی اہلیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ہندو اور بدھ مذہب کے دونوں کو مسلمان ہو جانا چاہیئے اسپر ڈاکٹر ٹیگور صاحب نے فرمایا کہ مجھے مذہب اسلام کے غلاف کوئی تعصب نہیں۔ میں قرآن بھی بعض دفعہ پڑھتا ہوں۔ جب یونیورسٹی قائم ہو جائیگی۔ اور تمام ایشیا کے لئے ایک علمی مرکز قائم ہو جائیگا۔ تو پھر مذہب کے متعلق بھی فیصلہ ہو جائیگا۔

تبلیغی لیکچر اپریل کے مہینہ میں سٹار سٹریٹ اور مسجد میں ہفتہ وار لیکچر جاری رہے ہے اسکے علاوہ مختلف پارکوں میں بھی لیکچر جاری رہے ہے۔ تین مختلف سائیٹیوں میں لیکچر ہوئے۔

والورتھ میں میرا لیکچر اسلامی قانون پر ہوا۔ لیکچر کے بعد سوال و جواب شروع ہوئے۔ اور اس کے بعد پریزیڈنٹ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہماری دعا ہے کہ انگلستان میں بھی ایسے قوانین جاری ہوں۔ جو اسلام کی طرح حق و حکمت پر مبنی ہوں۔ یہ لیکچر ۱۵۔ اپریل کو ہوا ؎

۱۸۔ اپریل کو سوسائٹی آف فلالوجی میں۔ مولوی مبارک علی صاحب کا لیکچر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مولانا خلیفہ اول رضہ کے حالات پر ہوا۔ جو کہ لوگوں نے پسند کیا اور ممبروں نے درخواست کی کہ اس مضمون پر ایک اور لیکچر دیا جائے ؎

۲۲۔ اپریل کو لنڈن کی ایک سوسائٹی نے جس کا مقصد یہ ہے کہ مشرق و مغرب میں اتحاد پیدا ہو جائے۔ مجھے ایک لیکچر دینے کے لئے دعوت دی۔ وہاں بھی ان لوگوں کے سامنے اسلام کے روحانی فوائد پیش کرنے کا موقعہ ملا ؎

نور ہاسپٹل قادیان اور احمدی مستورات

الفضل نمبر ۸۸ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۲۱ء میں احمدی مستورات کی خدمت میں ایک اپیل کے نام سے نور ہاسپٹل قادیان کیلئے ایک زنانہ کمرہ کی تیاری کے لئے چندہ کی تحریک کر چکا ہوں جونکہ مجمل الفاظ میں سامنے آنیوالی تحریکیں دوسری تحریکوں کی نسبت جلد بھول جاتی ہیں۔ اسلئے میں اپنی بہنوں کو اس اپیل کی طرف پھر متوجہ کرتا ہوں۔ اور اسقدر عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ احمدی سلسلہ کے مرکزی مقام میں جو کہ روحانی امراض کیلئے اس زمانہ میں ایک ہی ہسپتال ہے جسمانی امراض کیلئے شفاخانہ کا ایک اچھی حالت میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ بلکہ لازمی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سب سے بڑا مخلص دوست نورالدین خلیفہ اول طبیب شاہی یہاں آ کر مقیم ہوتا۔ اور لاکھوں انسانوں کیلئے نافع ہوتا۔ پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپکا خاندان علم طبابت کے ماہر ہوتے اور ان کے ذریعہ سے ہزاروں لاکھوں انسان فائدہ اٹھانیوالے ہوئے۔ اور پھر بیمار موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے ماتحت طب کے ایک جدید طریق سے نافع الناس ہونے کا تہیہ کرتے۔ نہیں انکی ضرورت تھی۔ اور یقیناً بڑی ضرورت تھی بلکہ لازمی تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ مسیح موعود علیہ السلام نے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی مختلف تقریروں اور تحریروں میں ظاہر فرمایا ہے۔ کہ روحانی ترقی کیلئے جسمانی صحت لازمی ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کیا ہے کہ بہت سے گناہ محض جسمانی بیماریوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جلسہ پر آنیوالی معزز بہنوں نے نور ہاسپٹل کی عمارت کو دیکھا ہوگا۔ اور انہوں نے مسرت فرمایا ہوگا کہ مدرسہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا ایک شفاخانہ بھی قائم ہو گیا ہے۔ مگر بوجہ اسکے کہ اسمیں مردوں کی ہی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی۔ اندر جا کر دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا کہ کس طرح دور دراز سے شوق سے جلسہ پر آنیوالے بھائی جو اتفاقاً راستہ میں بیمار ہو گئے شفاخانہ میں زیر علاج ہیں انہیں کوئی پنجابی ہے کوئی ہندوستانی اور کوئی برمی ہے اور کوئی سیلونی۔ جو کم از کم تین چار دفعہ چا کے بغیر گذارہ ہی نہیں کر سکتے پھر انہوں نے قادیان میں بیمار ہونیوالے غریب بھائیوں کو شفاخانہ میں لیٹے ہوئے نہ دیکھا ہوگا کہ کس طرح پر علاج سے مطمئن ہیں اور خدا کا شکر بجا لاتے ہیں۔ الغرض جو کچھ بھی ہے قابل شکریہ ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا بیمار صرف مرد ہی ہوتے ہیں اور کیا جسمانی امراض سے رہائی پا کر گناہوں سے بچنے اور روحانی ترقی حاصل کرنے کیلئے صرف مرد ہی مخصوص ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جہاں نور ہاسپٹل میں مردوں کیلئے قیام گاہ ہو۔ وہاں عورتوں کیلئے کوئی نہ ہو۔ مگر مردوں میں ایک مرد میرانہ سالی میں جوانمرد بنکر اٹھا اور مردوں اور ان کی پسینہ کی کمائی میں سے پیسہ پیسہ جمع کیا اور ایک ہسپتال قائم کر دیا۔ جس سے اکثر مرد اور کم و بیش عورتیں بھی فائدہ اٹھاتی ہیں کیا عورتوں میں سے بھی کوئی ہے۔ جو اس طرح اٹھے۔ اور اپنی بہنوں کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان۔ مورخہ ۲و۶ جون ۱۹۲۱ء

حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک تقریر

پر ”پرکاش“ کے غیر معقول اعتراض

لوگ کیوں مسٹر گاندھی کے ساتھ ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی مالیر کوٹلہ کی تقریر میں جو ۹ مئی کے ”الفضل“ میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ بیان فرماتے ہوئے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے جو لوگ آتے ہیں۔ ان میں اور جو خود بخود کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انمیں کس قدر فرق ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مسٹر گاندھی کی مثال پیش کرکے فرمایا تھا۔

”دنیا میں بڑے بڑے فاتح ہوئے ہیں۔ اور لوگ بھی ہوئے ہیں۔ جن کے ساتھ لوگ چل پڑے۔ مثلاً آج ہمارے ہندوستان میں مسٹر گاندھی ہی ہیں۔ انکی جے کے نعرے بھی آج ہندوستان میں لگائے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کوئی کہہ دے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ اگر دنیا ہو گئی۔ تو کیا ہوا مسٹر گاندھی کے ساتھ بھی تو لوگ ہو ہی گئے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسٹر گاندھی میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ آنحضرتؐ عرب سے جو بات منوا رہے تھے جو عرب ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر مسٹر گاندھی وہ بات کہتے ہیں۔ جس کا مطالبہ خود ہندوستان کر رہا ہے۔“

اسی امر کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

”مسٹر گاندھی وغیرہ لیڈروں کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی گاڑی یا موٹر جدھر جا رہی ہو۔ ادھر چلتی جائے۔ اور ایک شخص پیچھے ہاتھ رکھ دے اور کہے کہ میں اسکو چلا رہا ہوں۔ لیکن آنحضرتؐ نے جدھر گاڑی چل رہی تھی۔ ادھر سے اس کا رخ پلٹ کر دوسری طرف کو پھیر دیا۔“

مذکورہ بالا الفاظ کے متعلق اخبار پرکاش اپنے ۸ مئی کے پرچہ میں لکھتا ہے۔

”ہمارے خیال میں مرزا محمود احمد صاحب نے اچھا نہیں کیا۔ جو اس طرح مقابلہ کیا ہے۔ اول تو

Comparisons are always odious.

مقابلہ ہمیشہ خراب ہوا کرتا ہے۔ دوم ایک مردہ اور ایک زندہ شخص میں مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ سوم۔ دونوں کے کام کا دائرہ مختلف ہے بھلی آدمی کیسے ہو نگے۔ جو ایمانداری سے مہاتما گاندھی کو حضرت محمدؐ سے بہتر انسان سمجھتے ہیں۔ اگر وہ اپنے اس خیال کا اظہار کرینگے۔ تو حضرت محمدؐ کے متعلق مسلمانوں کی جو عقیدت ہے۔ وہ اس اظہار رائے کو بُرا منائیگی مُسلمانوں کے اندر حضرت کے متعلق کچھ اس قسم کی عقیدتمندی ہے کہ خدا کے متعلق تو سب کچھ سن لیتے ہیں۔ لیکن حضرت محمدؐ کے متعلق ایک لفظ بھی سُننے کو تیار نہیں۔ عیسائیوں کی حالت مختلف ہے۔ وہ بُرا نہیں مناتے۔ اگر کسی شخص کا عیسیٰ سے مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ کئی انگریز اپنے مضامین میں گاندھی اور عیسیٰ کا مقابلہ کر چکے ہیں۔ اگر مہاتما گاندھی کا حضرت محمدؐ سے مقابلہ کیا جائے۔ تو اندیشہ ہے کہ کئی مسلمان ناراض ہو جائیں۔ اسلئے مرزا محمود احمد صاحب کو آیندہ اس قسم کے مقابلہ سے محترز رہنا چاہیئے۔“

پرکاش کو چاہیئے تو یہ تھا کہ جس امر کے متعلق مسٹر گاندھی کی مثال پیش کی گئی تھی۔ اس کی نسبت کچھ لکھتا۔ اور یہ ثابت کرتا۔ کہ مسٹر گاندھی لوگوں سے کوئی ایسی بات منوا رہے ہیں۔ جسے وہ نہیں ماننا چاہتے۔ اور انہیں ادھر لے جا رہے ہیں۔ جدھر جانے کے لئے وہ تیار نہیں ہیں۔ تاکہ مسٹر گاندھی کی طاقت اور قوت کا پتہ لگتا۔ اور معلوم ہو سکتا۔ کہ عوام کو اپنے پیچھے چلانے کی ان میں کس قدر قابلیت اور اہلیت ہے لیکن چونکہ پرکاش نے اس پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور ایسی بات کو لے بیٹھا ہے۔ کہ مقابلہ ہی نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ”مقابلہ ہمیشہ خراب ہوا کرتا ہے“ اسلئے ہم بھی پہلے اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اور بعد میں بتائینگے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے مسٹر گاندھی کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ بالکل صحیح اور دُرست ہے۔

پرکاش نے اپنے اس دعویٰ کی کہ ”مقابلہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے“ بنیاد ایک انگریزی مقولہ پر رکھی ہے جس کے متعلق اول تو ہم کہتے ہیں۔ اس نے یہ کیونکر سمجھ لیا ہے۔ کہ اس مقولہ کو ساری دنیا صحیح اور درست سمجھتی ہے اور یہ ہمارے لئے حجت ہے۔ ہر قوم میں بیسیوں نہیں سینکڑوں مقولے مشہور ہیں۔ کیا ان سب کو پرکاش درست سمجھتا ہے۔ اور ان کے خلاف کرنا ناجائز قرار دیتا ہے اگر نہیں تو اس کا کیا حق ہے۔ کہ ہمارے خلاف بطور دلیل کے ایک انگریزی قول کو پیش کرے۔

دوم۔ اس کا یہ لکھنا کہ ”کئی انگریز اپنے مضامین میں گاندھی اور عیسیٰ کا مقابلہ کر چکے ہیں“ ثبوت ہے اس امر کا کہ جو انگریزی مقولہ پرکاش نے پیش کیا ہے۔ اسکو خود انگریز درست نہیں سمجھتے۔ اور اس کے خلاف کرنا ان کے نزدیک بُرا نہیں ہے۔ ورنہ وہ کیوں گاندھی اور عیسیٰ کا مقابلہ کرتے۔ اس بات کو تسلیم کرکے پرکاش نے اپنی دلیل کو آپ رد کر دیا ہے۔

سوم۔ اہل مغرب کے نزدیک مقابلہ ہمیشہ بُرا ہوتا ہو۔ اہل مشرق تو کہتے ہیں۔ جب تک دو چیزوں کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ ایک کا حُسن اور دوسری کا قبح پورے طور [illegible] نہیں ہو سکتا۔ اسی بات کو حضرت مرزا [illegible] بلیغ کلام میں اس طرح بیان فر[illegible] گر نبودے در مقابل روئے مکر[illegible] کس چہ دانستے جمال شاہد [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - مورخہ ۲ جون سنہ ۱۹۲۱ء

حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک تقریر

پر "پرکاش" کے غیر معقول اعتراض

لوگ کیوں مسٹر گاندھی کے ساتھ ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی مالیر کوٹلہ کی تقریر میں جو ۷ مئی کے "الفضل" میں شائع ہو چکی ہے - یہ بیان فرماتے ہوئے کہ خدا تعالے کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے جو لوگ آتے ہیں - ان میں اور جو خود بخود کھڑے ہو جاتے ہیں - انمیں کس قدر فرق ہوتا ہے - رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور مسٹر گاندھی کی مثال پیش کرکے فرمایا تھا:-

"دنیا میں بڑے بڑے فاتح ہوئے ہیں - اور لوگ بھی ہوئے ہیں - جن کے ساتھ لوگ چل پڑے - مثلاً آج ہمارے ہندوستان میں مسٹر گاندھی ہیں - انکی جے کے نعرے بھی آج ہندوستان میں لگائے جاتے ہیں - ممکن ہے کوئی کہدے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ اگر دنیا ہو گئی - تو کیا ہوا - مسٹر گاندھی کے ساتھ بھی تو لوگ ہو ہی گئے ہیں - اس کے جواب میں ہم کہیں گے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسٹر گاندھی میں زمین و آسمان کا فرق ہے - کیونکہ آنحضرت صلعم عرب سے جو بات منواتے تھے جو عرب ماننے کے لئے تیار نہ تھا - مگر مسٹر گاندھی وہ بات کہتے ہیں - جس کا مطالبہ خود ہندوستان کر رہا ہے"

اسی امر کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا:-

"مسٹر گاندھی وغیرہ لیڈروں کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی گاڑی یا موٹر جدھر جا رہی ہو - ادھر چلتی جائے - اور ایک شخص پیچھے ہاتھ رکھ دے اور کہے کہ میں اسکو چلا رہا ہوں - لیکن آنحضرت صلعم نے جدہر گاڑی چل رہی تھی - ادہر سے اس کا رخ پلٹ کر دوسری طرف کو پھیر دیا"

مذکورہ بالا الفاظ کے متعلق اخبار پرکاش اپنے ۱۵ مئی کے پرچہ میں لکھتا ہے:-

"ہمارے خیال میں مرزا محمود احمد صاحب نے اچھا نہیں کیا - جو اس طرح مقابلہ کیا ہے - اول تو

Comparisons are always odious.

مقابلہ ہمیشہ خراب ہوا کرتا ہے - دوم ایک مردہ اور ایک زندہ شخص میں مقابلہ نہیں ہو سکتا - سوم - دونوں کے کام کا دائرہ مختلف ہے - کئی آدمی ایسے ہونگے - جو ایمانداری سے مہاتما گاندھی کو حضرت محمد سے بہتر انسان سمجھتے ہیں - اگر وہ اپنے اس خیال کا اظہار کرینگے - تو حضرت محمد کے متعلق مسلمانوں کی جو عقیدت ہے - وہ اس اظہار رائے کو برا منائیگی - مسلمانوں کے اندر حضرت کے متعلق کچھ اس قسم کی عقیدتمندی ہے کہ خدا کے متعلق تو سب کچھ سن لیتے ہیں - لیکن حضرت محمد کے متعلق ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں - عیسائیوں کی حالت مختلف ہے وہ برا نہیں منا تے - اگر کسی شخص کا عیسیٰ سے مقابلہ کیا جائے - چنانچہ کئی انگریز اپنے مضامین میں گاندھی اور عیسیٰ کا مقابلہ کر چکے ہیں - اگر مہاتما گاندھی کا حضرت محمد سے مقابلہ کیا جائے - تو اندیشہ ہے کہ کئی مسلمان ناراض ہو جائیں - اسلئے مرزا محمود احمد صاحب کو آیندہ اس قسم کے مقابلہ سے محترز رہنا چاہیئے"

پرکاش کو چاہیئے تو یہ تھا کہ جس امر کے متعلق مسٹر گاندھی کی مثال پیش کی گئی تھی - اس کی نسبت کچھ لکھتا - اور یہ ثابت کرتا - کہ مسٹر گاندھی لوگوں سے کوئی ایسی بات منوا رہے ہیں - جسے وہ نہیں ماننا چاہتے - اور انہیں ادھر لے جا رہے ہیں - جدھر جانے کے لئے وہ تیار نہیں ہیں - تاکہ مسٹر گاندھی کی طاقت اور قوت کا پتہ لگتا - اور معلوم ہو سکتا - کہ عوام کو اپنے پیچھے چلانے کی ان میں کس قدر قابلیت اور اہمیت ہے لیکن چونکہ پرکاش نے اس پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور اس بات کو لے بیٹھا ہے - کہ مقابلہ ہی نہیں ہونا چاہیئے تھا - کیونکہ "مقابلہ ہمیشہ خراب ہوا کرتا ہے" اسلئے ہم بھی پہلے اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں - اور بعد میں بتائینگے - کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے نے مسٹر گاندھی کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے - وہ بالکل صحیح اور درست ہے -

پرکاش نے اپنے اس دعویٰ کی کہ "مقابلہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے" بنیاد ایک انگریزی مقولہ پر رکھی ہے جس کے متعلق اول تو ہم کہتے ہیں - اس نے یہ کیونکر سمجھ لیا ہے - کہ اس مقولہ کو ساری دنیا صحیح اور درست سمجھتی ہو اور یہ ہمارے لئے حجت ہے - ہر قوم میں بیسیوں نہیں سینکڑوں مقولے مشہور ہیں - کیا ان سب کو پرکاش درست سمجھتا ہے - اور ان کے خلاف کرنا ناجائز قرار دیتا ہے اگر نہیں تو اس کا کیا حق ہے - کہ ہمارے خلاف بطور دلیل کے ایک انگریزی قول کو پیش کرے -

دوم - اگر یہ لکھنا کہ "کئی انگریز اپنے مضامین میں گاندھی اور عیسیٰ کا مقابلہ کر چکے ہیں" ثبوت ہے اس امر کا کہ جو انگریزی مقولہ پرکاش نے پیش کیا ہے - اسکو خود انگریز درست نہیں سمجھتے - اور اس کے خلاف کرنا ان کے نزدیک برا نہیں ہے - ورنہ وہ کیوں گاندھی اور عیسیٰ کا مقابلہ کرتے - اس بات کو تسلیم کرکے پرکاش نے اپنی دلیل کو آپ رد کر دیا ہے ❊

سوم - اہل مغرب کے نزدیک مقابلہ ہمیشہ برا ہوتا ہو - اہل مشرق تو کہتے ہیں - جب تک دو چیزوں کا مقابلہ نہ کیا جائے - ایک کا حسن اور دوسری کا قبح پورے طور پر واضح نہیں ہو سکتا - اسی بات کو حضرت مرزا صاحب نے اپنے فصیح و بلیغ کلام میں اس طرح بیان فرمایا ہے:-

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ و سیاہ
کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را

گر نیفتادے بخصمے کار در جنگ و نبرد
کے شدے جوہر عیاں شمشیر خون آشام را

روشنی را قدر از تاریکی است و تیرگی
وز جہالت ہاست عز و وقر عقل تام را

کیا ان اشعار میں جو حقیقت بیان کی گئی ہے اس کا کوئی عقل مند انسان انکار کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ ایک چیز کا دوسری سے مقابلہ کرنا ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ اور اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی قدرت کے اس قانون کو رد کر سکتا ہے جس کے ماتحت دن کے مقابلہ میں رات سُکھ کے مقابلہ میں دکھ آرام کے مقابلہ میں تکلیف۔ میٹھے کے مقابلہ میں کڑوا۔ گرمی کے مقابلہ میں سردی۔ عقل مندی کے مقابلہ میں کم عقلی۔ عالم کے مقابلہ میں جاہل اور اسی قسم کی بیسیوں باتیں رکھی گئی ہیں تو اس کا اختیار ہے کہ "مقابلہ" کو "ہمیشہ" کے لئے بُرا کہدے یا اگر ان متضاد باتوں میں وہ کوئی فرق نہیں پاتا۔ تو اس کا حق ہے۔ کہ جو لوگ مقابلہ کے ذریعہ انہیں فرق قرار دیتے ہیں۔ ان کے خلاف کھڑا ہو جائے۔ لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ مقابلہ کو بُرا بھی نہیں کہہ سکتا۔

چہارم۔ کیا مقابلہ کو ہمیشہ کے لئے بُرا قرار دیتے ہوئے پرکاش کو یہ یاد نہیں رہا۔ کہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب ستیارتھ پرکاش میں اسی "مقابلہ" سے کام لیا ہے۔ اس کیلئے ہم ذیل میں ایک دو حوالے پیش کرتے ہیں :-

پنڈت صاحب موصوف ہندوستان میں آریوں اور دوسرے لوگوں یعنی مسلمانوں اور عیسائیوں کی حکومت کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"جب سے غیر ملک کے گوشت خور لوگ اس ملک میں آکر گئے وغیرہ کے مارنے والے شراب خور حکمران ہوئے ہیں۔ تب سے برابر آریوں کا دکھ بڑھتا جاتا ہے" ستیارتھ طبع سوم صہ ۲۵۲ و ۲۵۳

[illegible] ملک والوں کے راجہ ہونے کے باعث [illegible] مذہب برہمچریہ رکھنا علم نہ پڑھنا نہ پڑھانا ...... وغیرہ بدعادات دیدیا کا پرچار نہ ہونا وغیرہ بُرے کام ہیں" صہ ۲۵۰

ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

"اب بدبخت آریوں کی سُستی اور غفلت اور باہمی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود آریہ ورت میں بھی اسوقت آریوں کا کامل آزاد خود مختار اور بےخوف راج نہیں۔ جو کچھ ہے اسکو بھی غیر ملک والے پامال کر رہے ہیں" صہ ۲۹۸

کیا ان حوالجات سے صاف ظاہر نہیں ہے کہ پنڈت دیانند صاحب نے آریوں کی گذشتہ زمانہ کی حکومت کا انگریزوں کی موجودہ حکومت سے مقابلہ کرکے اول الذکر کو ہر طرح اعلیٰ اور مفید قرار دیا ہے۔ اور موخر الذکر کو ہر قسم کی بُری عادتوں اور بُرائی کے پھیلانیوالی اور ہندوستانیوں پر ظلم و ستم کرنیوالی بتایا ہے۔

اس بات کو چھوڑ کر کہ پنڈت صاحب موصوف نے جو کچھ لکھا ہے اسمیں کہاں تک صداقت ہے۔ اور وہ کن جذبات اور خیالات کے ماتحت لکھا گیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کیا اس مقابلہ کو بھی پرکاش بُرا قرار دیگا۔ اگر نہیں تو کیوں؟ جبکہ اس کا خیال ہے کہ "مقابلہ ہمیشہ بُرا ہوا کرتا ہے"

دوسری بات پرکاش نے یہ لکھی ہے کہ "ایک مُردہ اور ایک زندہ شخص میں مقابلہ نہیں ہو سکتا"۔ چونکہ پرکاش نے پہلے جہاں ایک انگریزی فقرہ سے استدلال کیا تھا۔ وہاں اب اتنا بھی نہیں کر سکا۔ اور نہ اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل دے سکا ہے۔ اسلئے یہ بات قابل التفات ہی نہیں۔ اور اس کے جواب میں ہمارا اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ لیکن ہم کسی قدر وضاحت کئے دیتے ہیں کہ ایک انسان جس کے کارنامے صفحۂ دنیا پر موجود ہوں۔ اور پکار پکار کر اس کی عظمت اور شان کو ظاہر کر رہے ہوں وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے مُردہ نہیں کہلا سکتا۔ اور اس کی برتری اور فضیلت ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے زندہ شخص کے کام کی مقابلۃً حقیقت ظاہر کرنا جس کی پوزیشن عوام بہت بڑی قرار دیتے ہوں۔ بالکل جائز اور درست ہے۔ بلکہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ عوام کے سطحی جوش و خروش پر جس شہرت و ناموری کی بنیاد ہو۔ اس کے قیام کی میعاد بہت کم ہوتی ہے۔ جو اول تو شہرت یافتہ شخص کی زندگی میں ہی ورنہ مرنے کے بعد اس کے ساتھ ہی دفن ہو جاتی ہے۔ کیا پرکاش کے نزدیک یہ مناسب تھا۔ کہ مسٹر گاندھی کے متعلق اسوقت کچھ نہ کہا جاتا۔ جب لوگ ان کو اسی طرح بھلا چکتے جس طرح ان جیسے کئی لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد بھلا چکے ہیں۔ یا اسوقت ان کی شہرت کی اصلی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ جبکہ بچہ بچہ کی زبان پر ان کا نام ہے۔ اگر پرکاش غور کریگا۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہی وقت اس بات کے لئے مناسب اور موزوں تھا۔

تیسری بات پرکاش نے یہ لکھی ہے کہ دونوں (یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مسٹر گاندھی) کا دائرہ مختلف ہے"۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ مگر باوجود اس کے چونکہ ایسے نادان ہیں۔ جو بالفاظ پرکاش بہ ایمانداری سے مہاتما گاندھی کو حضرت محمدؐ سے بہتر انسان سمجھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذوات قدسی صفات کو جو فضیلت حاصل ہے وہ ظاہر کی جائے۔ اور اگر لوگوں کو اس غلط فہمی سے نکالا جائے جسمیں وہ مبتلا ہیں۔ رہی یہ بات کہ مسلمان "خدا کے متعلق تو سب کچھ سُن لیتے ہیں۔ لیکن حضرت محمدؐ کے متعلق ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں"۔ ہم نہیں سمجھتے۔ وہ کیسے مسلمان ہیں۔ جو خدا کے متعلق سب کچھ سُن لیتے ہیں۔ ایسے لوگ پرکاش کے نزدیک مسلمان ہونگے۔ اسلام ان کو مسلمان قرار نہیں دیتا ہر ایک سچا مسلمان جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک بھی ناروا لفظ سُننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف بھی کوئی لفظ سُننا گوارا نہیں کر سکتا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں باوجود یہ جانتے ہوئے کہ مسلمان ایک بھی ناشائستہ لفظ رسول کریمؐ کے متعلق سننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے پرکاش کے "سوامی" پنڈت دیانند صاحب نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کُل انتہائی

گر نیفتادے بخفّے کار در جنگ و نبرد
کے شدے جوہر عیاں شمشیر خون آشام را

روشنی را قدر از تاریکی است و تیرگی
از جہالت باعث عز و وقر عقل تام را

کیا ان اشعار میں جو حقیقت بیان کی گئی ہے اس کا کوئی عقلمند انسان انکار کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ ایک چیز کا دوسری سے مقابلہ کرنا ہمیشہ بُرا ہوتا ہے - اور اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا - اگر کوئی قدرت کے اس قانون کو رد کر سکتا ہے جس کے ماتحت دن کے مقابلہ میں رات سکھ کے مقابلہ میں دکھ آرام کے مقابلہ میں تکلیف - میٹھے کے مقابلہ میں کڑوا - گرمی کے مقابلہ میں سردی - عقلمند کے مقابلہ میں کم عقل - عالم کے مقابلہ میں جاہل اور اسی قسم کی بیسیوں باتیں رکھی گئی ہیں تو اس کا اختیار ہے کہ "مقابلہ" کو "ہمیشہ" کے لئے بُرا کہدے یا اگر ان متضاد باتوں میں وہ کوئی فرق نہیں پاتا - تو اس کا حق ہے - کہ جو لوگ مقابلہ کے ذریعہ انہیں فرق قرار دیتے ہیں - ان کے خلاف کھڑا ہو جائے - لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ مقابلہ کو بُرا بھی نہیں کہہ سکتا ؛

چہارم - کیا مقابلہ کو ہمیشہ کے لئے بُرا قرار دیتے ہوئے پرکاش کو یہ یاد نہیں رہا - کہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند صاحب نے اپنی مایۂ ناز کتاب ستیارتھ پرکاش میں اسی "مقابلہ" سے کام لیا ہے - اس کیلئے ہم ذیل میں ایک دو حوالے پیش کرتے ہیں :-

پنڈت صاحب موصوف ہندوستان میں آریوں اور دوسرے لوگوں یعنی مسلمانوں اور عیسائیوں کی حکومت کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"جب سے غیر ملک کے گوشت خور لوگ اس ملک میں آکر گئے وغیرہ کے مارنیوالے شراب خور حکمران ہوئے ہیں - تب سے برابر آریوں کا دکھ بڑھتا جاتا ہے"
ستیارتھ طبع سوم صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳

پھر لکھتے ہیں :-

"آریہ ورت میں غیر ملک والوں کے راج ہونے کے باعث آپس میں پھوٹ - اختلاف مذہب - برہمچریہ نہ رکھنا علم نہ پڑھنا نہ پڑھانا ...... وغیرہ بدعادات وید وِدیا کا پرچار نہ ہونا وغیرہ بُرے کام ہیں" صفحہ ۳۵

ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

"اب بدبخت آریوں کی سستی اور غفلت اور باہمی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے - خود آریہ ورت میں بھی اسوقت آریوں کا کامل آزاد خود مختار اور بےخوف راج نہیں - جو کچھ ہے اسکو بھی غیر ملک والے پامال کر رہے ہیں" صفحہ ۲۹۸

کیا ان حوالجات سے صاف ظاہر نہیں ہے کہ پنڈت دیانند صاحب نے آریوں کی گذشتہ زمانہ کی حکومت کا انگریزوں کی موجودہ حکومت سے مقابلہ کر کے اول الذکر کو ہر طرح اعلیٰ اور مفید قرار دیا ہے - اور موخر الذکر کو ہر قسم کی بُری عادتوں اور بُرائی کے پھیلانیوالی اور ہندوستانیوں پر ظلم و ستم کرنیوالی بتایا ہے -

اس بات کو چھوڑ کر کہ پنڈت صاحب موصوف نے جو کچھ لکھا ہے اسمیں کہاں تک صداقت ہے - اور وہ کن جذبات اور خیالات کے ماتحت لکھا گیا ہے - ہم پوچھتے ہیں - کیا اس مقابلہ کو بھی پرکاش بُرا قرار دیگا - اگر نہیں تو کیوں ؟ جبکہ اس کا خیال ہے کہ "یہ مقابلہ ہمیشہ بُرا ہوا کرتا ہے"

دوسری بات پرکاش نے یہ لکھی ہے کہ "ایک مُردہ اور ایک زندہ شخص میں مقابلہ نہیں ہو سکتا" چونکہ پرکاش نے پہلے جہاں ایک انگریزی فقرہ سے استدلال کیا تھا - وہاں اب اتنا بھی نہیں کر سکا - اور نہ اپنے دعوی کی کوئی دلیل دے سکا ہے - اسلئے یہ بات قابل التفات ہی نہیں - اور اس کے جواب میں ہمارا اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے - لیکن ہم کسی قدر وضاحت کئے دیتے ہیں کہ ایک انسان جس کے کارنامے صفحۂ دنیا پر موجود ہوں - اور پکار پکار کر اس کی عظمت اور شان کو ظاہر کر رہے ہوں وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے مُردہ نہیں کہلا سکتا - اور اس کی برتری اور فضیلت ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے زندہ شخص کے کام کی مقابلۃً حقیقت ظاہر کرنا جس کی پوزیشن عوام بہت بڑی قرار دیتے ہوں - بالکل جائز اور درست ہے - بلکہ نہایت ضروری ہے - کیونکہ عوام کے سفلی جوش و خروش پر جس شہرت و ناموری کی بنیاد ہو - اس کے قیام کی میعاد بہت کم ہوتی ہے - جو اول تو شہرت یافتہ شخص کی زندگی میں ہی ورنہ مرنے کے بعد اس کے ساتھ ہی دفن ہو جاتی ہے - کیا پرکاش کے نزدیک یہ مناسب تھا - کہ مسٹر گاندھی کے متعلق اسوقت کچھ نہ کہا جاتا - جب لوگ ان کو اسی طرح بھلا چکتے جس طرح ان جیسے کئی لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد بھلا چکے ہیں - یا اسوقت ان کی شہرت کی اصلی وجہ بیان کی جاتی ہے - جبکہ بچہ بچہ کی زبان پر ان کا نام ہے - اگر پرکاش غور کریگا - تو اسے معلوم ہو جائیگا - کہ یہی وقت اس بات کے لئے مناسب اور موزون تھا ؛

تیسری بات پرکاش نے یہ لکھی ہے کہ دونوں (یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مسٹر گاندھی) کا دائرہ مختلف ہے " یہ بالکل صحیح ہے - مگر باوجود اس کے چونکہ ایسے نادان ہیں - جو بالفاظ پرکاش "ایمانداری سے مہاتما گاندھی کو حضرت محمدؐ سے بہتر انسان سمجھتے ہیں - اس لئے ضروری ہے - کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات کو جو فضیلت حاصل ہے وہ ظاہر کی جائے - اور اگر لوگوں کو اس غلط فہمی سے نکالا جائے - جسمیں وہ مبتلا ہیں - رہی یہ بات کہ مسلمان "خدا کے متعلق تو سب کچھ سُن لیتے ہیں - لیکن حضرت محمدؐ کے متعلق ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں " ہم نہیں سمجھتے - وہ کیسے مسلمان ہیں - جو خدا کے متعلق سب کچھ سُن لیتے ہیں - ایسے لوگ پرکاش کے نزدیک مسلمان ہونگے - اسلام ان کو مسلمان قرار نہیں دیتا ہر ایک سچا مسلمان جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک بھی ناروا لفظ سُننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا - اسی طرح خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف بھی کوئی لفظ سُننا گوارا نہیں کر سکتا - لیکن ہم پُوچھتے ہیں باوجود یہ جانتے ہوئے کہ مسلمان ایک بھی ناشائستہ لفظ رسول کریمؐ کے متعلق سننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے پرکاش کے "سوامی" پنڈت دیانند صاحب نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو گل افشانی

کی ہے - اور جو ستیارتھ پرکاش کے چودہویں باب میں اب بھی موجود ہے - کیا وہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے - کہ آریہ صاحبان جان بوجھ کر مسلمانوں کی سخت دل آزاری کے مرتکب ہو رہے ہیں - اور مسلمان بڑے صبر سے کام لے رہے ہیں -

پرکاش نے اپنی طرف سے جو کچھ لکھا تھا - اس کا جواب دینے کے بعد ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں -

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریر میں جو کچھ فرمایا تھا - اس کا یہ مطلب تھا - کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو کامیابی ہوئی - وہ ایسی حالت میں ہوئی - کہ آپ نے لوگوں سے وہ کچھ منوایا جس کے ماننے کے لئے لوگ تیار نہ تھے - لیکن اور لوگ جن کو شہرت حاصل ہوئی - انھوں نے لوگوں کی خواہش اور منشاء کے ماتحت چل کر شہرت حاصل کی - اس بات کو مثال کے ذریعہ سمجھانے کے لئے آپ نے مسٹر گاندھی کو پیش کیا - کہ ان سے بڑھ کر سامعین کے لئے واضح مثال اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی - اور فرمایا - ان کے ساتھ لوگوں کے ہونے کی یہ وجہ ہے - کہ "مسٹر گاندھی وہ بات کہتے ہیں - جس کا مطالبہ خود ہندوستان کر رہا ہے"- اب اگر اس بات میں کسی کو شک ہو - اور وہ اسے درست نہ سمجھتا ہو - تو اس کا حق ہے - کہ اسے غلط ثابت کرے - اور ثبوت دے کہ مسٹر گاندھی لوگوں کو ایسی طرف لے جا رہے ہیں - جس طرف جانے کے لئے وہ تیار نہ تھے - لیکن کوئی ایسا نہیں کر سکتا - اور یہی وجہ ہے کہ پرکاش نے اس بات کو چھوا تک نہیں -

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مسٹر گاندھی کے متعلق جو کچھ فرمایا - وہ ایسا بدیہی ہے کہ غالباً اس کے ثبوت کا مطالبہ کرنے کی کسی کو ضرورت ہی نہ ہوگی - تاہم ہم اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں -

حال میں مسٹر گاندھی نے وائسرائے ہند سے جو ملاقات کی - اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لالہ لاجپت رائے نے شملہ کے اس جلسہ میں جس میں مسٹر گاندھی بھی موجود تھے - اپنی تقریر میں فرمایا :-

"سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ میں یہ کہہ دوں - کہ ملک میں اس قدر جوش و خروش ہے - کہ اگر ناممکن ممکن ہو جائے - اور مہاتما گاندھی حکومت سے کوئی سمجھوتہ کر کے سوراجیہ کے اصول کو چھوڑ دیں - تو ملک مہاتما جی کی تقلید نہیں کریگا"

(زمیندار - ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۱ء)

لالہ لاجپت رائے جیسے مسلمہ لیڈر کے یہ الفاظ نہایت صاف اور واضح طور پر بتا رہے ہیں - کہ ملک مسٹر گاندھی کی تقلید محض اس لئے کر رہا ہے کہ وہ اس کی منشاء اور مرضی کے مطابق چلکر سوراجیہ کا مطالبہ کر رہے ہیں - اور اگر وہ اس مطالبہ سے ذرا ادھر اُدھر ہو جائیں - یعنی ملک کی منشاء کے خلاف ایک لفظ بھی کہیں - تو ملک ان کو چھوڑ دے گا اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کریگا - جو ان سے پہلے متعدد لیڈروں کے ساتھ محض اسی وجہ سے کر چکا ہے کہ اونھوں نے حسب منشاء چلنے میں لیت و لعل کی ٭

اب لالہ لاجپت رائے جی کے الفاظ کو سامنے رکھ کر دیکھ لیا جائے - کہ یہ ان الفاظ کی کیسی صفائی کے ساتھ تصدیق کر رہے ہیں - جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مسٹر گاندھی کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں -

پھر یہی نہیں - خود ایڈیٹر پرکاش نے اپنے [illegible] اخبار پرتاپ ۲۶ مئی میں لالہ لاجپت رائے [illegible] مندرجہ بالا الفاظ کو دوہراتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"ہمارے جیسے بے حیثیت شخص بھی لالہ لاجپت رائے کا ہم نوا ہو کر یہ کہنے کو تیار ہیں - کہ جس اصول پر گورنمنٹ کے ساتھ موجودہ جنگ چھڑی ہوئی ہے - اگر اس کو چھوڑ کر مہاتما گاندھی گورنمنٹ کے ساتھ کوئی سمجھوتہ کرینگے تو ہم ان کی پیروی ہرگز نہ کرینگے"

کیا ان الفاظ سے ظاہر نہیں ہے کہ ایڈیٹر پرکاش جیسے بے حیثیت انسان بھی اسی وقت تک مسٹر گاندھی کی پیروی کر رہے ہیں - جب تک کہ وہ انکی مرضی اور منشاء کے ماتحت چل رہے ہیں - اور جب ذرا ادھر اُدھر ہونگے ایسے لوگ بھی فوراً ہٹ جائینگے -

اب ہم پوچھتے ہیں - کیا یہی وہ بات نہیں ہے - جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے بیان فرمائی ہے -

عجیب بات ہے - ادھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وہ الفاظ شائع ہوئے جنمیں بتایا گیا ہے کہ مسٹر گاندھی کے پیچھے لوگوں کے چلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی خواہش اور مرضی کے ماتحت کام کر رہے ہیں اور وہ بات کہہ رہے ہیں جس کا مطالبہ خود ہندوستان کر رہا ہے - اور ادھر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ ایک مسلمہ لیڈر کو لکھنا پڑا کہ جس بات کا مطالبہ ہندوستان کر رہا ہے اگر مسٹر گاندھی اسکو چھوڑ دینگے - تو ملک بھی انکو چھوڑ دیگا - اور پھر یہی بات اس اخبار کے ایڈیٹر کو خود کہنی پڑی - جس نے چند ہی دن قبل اسپر ناک بھوں چڑھائے تھے ٭

کیا اب بھی ایڈیٹر پرکاش یہ سمجھتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے مسٹر گاندھی کے پیچھے لوگوں کے چلنے کی جو وجہ بتائی وہ درست نہیں - اگر درست ہے - تو اس کے بیان کرنے میں کیا غضب آگیا جس کے لئے پرکاش کو نعس در آتش ہونا پڑا ٭

ایڈیٹر صاحب وکیل کی معذرت

اخبار وکیل نے اپنے ۲۶ مئی کے پرچہ میں افریقہ کے چار ہزار احمدیوں کے متعلق ایک ایسا ایڈیٹوریل شایع کیا تھا - جو دیانت اور امانت کے خلاف ہونے کے علاوہ غلط بیانیوں سے بھی پُر تھا - مثلاً "وکیل" کا یہ لکھنا کہ "اتفاق سے کسی نے مفتی محمد صادق صاحب کو خبر کر دی - اور انھوں نے ماسٹر عبد الرحیم کو وہاں بھیجا جنھوں نے ان کا نام وہاں پہنچ کر احمدی رکھ لیا" بالکل غلط ہے - کیونکہ ان کے رئیس اعظم نے خود بھی مبلغ کیلئے لکھا اور ۵۰ پونڈ بطور سفر خرچ جناب مفتی صاحب کو بھیجے - اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ "وہ لوگ پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے" کیونکہ پہلے وہ بت پرست تھے -

"وکیل" کے اس مضمون کا مفصل جواب ہم شائع کرنے ہی کو تھے - کہ ۲۹ مئی کے اخبار میں یہ معذرت

کی ہے۔ اور جو ستیارتھ پرکاش کے جواب میں ہے۔ میں اب بھی موجود ہے۔ کیا وہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ آریہ صاحبان جان بوجھ کر مسلمانوں کی سخت دل آزاری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور مسلمان بڑے صبر سے کام لے رہے ہیں۔

پرکاش نے اپنی طرف سے جو کچھ لکھا تھا۔ اس کا جواب دینے کے بعد ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریر میں جو کچھ فرمایا تھا۔ اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو کامیابی ہوئی۔ وہ ایسی حالت میں ہوئی۔ کہ آپ نے لوگوں سے وہ کچھ منوایا جس کے ماننے کے لئے لوگ تیار نہ تھے۔ لیکن اور لوگ جن کو شہرت حاصل ہوئی۔ انھوں نے لوگوں کی خواہش اور منشاء کے ماتحت چل کر شہرت حاصل کی۔ اس بات کو مثال کے ذریعہ سمجھانے کے لئے آپ نے مسٹر گاندہی کو پیش کیا۔ کہ ان سے بڑھ کر اس کے لئے واضح مثال اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اور فرمایا۔ ان کے ساتھ لوگوں کے ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ "مسٹر گاندہی وہ بات کہتے ہیں۔ جس کا مطالبہ خود ہندوستان کر رہا ہے"۔ اب اگر اس بات میں کسی کو شک ہو۔ اور وہ اسے درست نہ سمجھتا ہو۔ تو اس کا حق ہے۔ کہ اسے غلط ثابت کرے۔ اور ثبوت دے کہ مسٹر گاندہی لوگوں کو ایسی طرف لے جا رہے ہیں۔ جس طرف جانے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ لیکن کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ پرکاش نے اس بات کو چھوا تک نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مسٹر گاندہی کے متعلق جو کچھ فرمایا۔ وہ ایسا بدیہی ہے کہ غالباً اس کے ثبوت کا مطالبہ کرنے کی کسی کو ضرورت ہی نہ ہوگی۔ تاہم ہم اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

حال میں مسٹر گاندہی نے وائسرائے ہند سے جو ملاقات کی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لالہ لاجپت رائے نے شملہ کے اس جلسہ میں جس میں مسٹر گاندہی بھی موجود تھے۔ اپنی تقریر میں فرمایا۔ "سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ میں یہ کہدوں۔ کہ ملک میں اس قدر جوش و خروش ہے۔ کہ اگر ناممکن ممکن ہو جائے۔ اور مہاتما گاندہی حکومت سے کوئی سمجھوتہ کر کے سوراجیہ کے اصول کو چھوڑ دیں۔ تو ملک مہاتما جی کی تقلید نہیں کریگا" (زمیندار - ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء)

لالہ لاجپت رائے جیسے مسلم لیڈر کے یہ الفاظ نہایت صاف اور واضح طور پر بتا رہے ہیں۔ کہ ملک مسٹر گاندہی کی تقلید محض اس لئے کر رہا ہے کہ وہ اس کی منشاء اور مرضی کے مطابق چلکر سوراجیہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ اس مطالبہ سے ذرا ادہر ادہر ہو جائیں۔ یعنی ملک کی منشاء کے خلاف ایک لفظ بھی کہیں۔ تو ملک ان کو چھوڑ دے گا اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کریگا۔ جو ان سے پہلے متعدد لیڈروں کے ساتھ محض اسی وجہ سے کر چکا ہے کہ انھوں نے حسب منشاء چلنے میں لیت ولعل کی۔

اب لالہ لاجپت رائے جی کے الفاظ کو سامنے رکھ کر دیکھ لیا جائے۔ کہ یہ ان الفاظ کی کیسی صفائی کے ساتھ تصدیق کر رہے ہیں۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مسٹر گاندہی کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔

پھر یہی نہیں۔ خود ایڈیٹر پرکاش نے اپنے روزانہ اخبار پرتاپ ۲۶ مئی میں لالہ لاجپت رائے جی کے مندرجہ بالا الفاظ کو دوہراتے ہوئے لکھا ہے کہ۔ "یہ ہمارے جیسے بے حیثیت شخص بھی لالہ لاجپت رائے کا ہم نوا ہو کر یہ کہنے کو تیار ہیں۔ کہ جس اصول پر گورنمنٹ کے ساتھ موجودہ جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ اگر اس کو چھوڑ کر مہاتما گاندہی گورنمنٹ کے ساتھ کوئی سمجھوتہ کرینگے تو ہم ان کی پیروی ہرگز نہ کرینگے"۔

کیا ان الفاظ سے ظاہر نہیں ہے کہ ایڈیٹر پرکاش جیسے بے حیثیت انسان بھی اسی وقت تک مسٹر گاندہی کی پیروی کر رہے ہیں۔ جب تک کہ وہ انکی مرضی اور منشاء کے ماتحت چل رہے ہیں۔ اور جب ذرا ادہر ادہر ہونگے ایسے لوگ بھی فوراً ہٹ جائینگے۔

اب ہم پوچھتے ہیں۔ کیا یہی وہ بات نہیں ہو۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے بیان فرمائی ہے۔

عجیب بات ہے۔ ادہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وہ الفاظ شائع ہوئے جنہیں بتایا گیا ہے کہ مسٹر گاندہی کے پیچھے لوگوں کے چلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی خواہش اور مرضی کے ماتحت کام کر رہے ہیں اور وہ بات کہہ رہے ہیں جس کا مطالبہ خود ہندوستان کر رہا ہے۔ ادہر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ ایک مسلم لیڈر کو کہنا پڑا کہ جس بات کا مطالبہ ہندوستان کر رہا ہے اگر مسٹر گاندہی اسکو چھوڑ دینگے۔ تو ملک بھی انکو چھوڑ دیگا۔ اور یہی بات اس اخبار کے ایڈیٹر کو خود کہنی پڑی جس نے چند ہی دن قبل اسپر ناک بھوں چڑھائے تھے۔

کیا اب بھی ایڈیٹر پرکاش یہ کہتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے مسٹر گاندہی کے پیچھے لوگوں کے چلنے کی جو وجہ بتائی وہ درست نہیں۔ اگر درست ہے۔ تو اس کے بیان کرنے میں کیا غضب آ گیا جس کے لئے پرکاش کو نفس در آتش ہونا پڑا۔

ایڈیٹر صاحب وکیل کی معذرت

اخبار وکیل نے اپنے ۲۶ مئی کے پرچہ میں افریقہ کے چار ہزار احمدیوں کے متعلق ایک ایسا ایڈیٹوریل شائع کیا تھا۔ جو دیانت اور امانت کے خلاف ہونے کے علاوہ غلط بیانیوں سے بھی پر تھا۔ مثلاً "وکیل" کا یہ لکھنا کہ:۔ "اتفاق سے کسی نے مفتی محمد صادق صاحب کو خبر کر دی۔ اور انھوں نے ماسٹر عبدالرحیم کو وہاں بھیجا جنہوں نے ان کا نام وہاں بھی احمدی رکھ لیا" بالکل غلط ہو۔ کیونکہ ان کے رئیس اعظم نے خود کسی مبلغ کیلئے لکھا اور ۰۰ پونڈ بطور سفر خرچ جناب مفتی صاحب کو بھیجے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ "وہ لوگ پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے" کیونکہ پہلے وہ بت پرست تھے۔

"وکیل" کے اس مضمون کا مفصل جواب ہم شائع کرنے ہی کو تھے۔ کہ ۲۹ مئی کے اخبار میں یہ معذرت

کی گئی ہے کہ "۲۸ مئی کی اشاعت میں واقعات کی بناء پر دکھایا گیا تھا کہ افریقہ میں چار ہزار عیسائیوں کو احمدی بنانے کی جو خبر الفضل نے شائع کی تھی۔ وہ غلط تھی۔ دراصل یہ لوگ مسلمان تھے۔ جن کا نام احمدی رکھ لیا گیا۔ مسٹر محمد اسلم اس سلسلہ میں ہمیں ایک طویل خط کے ذریعہ بتاتے ہیں کہ محکمہ برق کی غلطی سے فنٹی کی بجائے تار میں انٹی مسلم درج ہو گیا تھا۔ اور اسلئے ایڈیٹر الفضل نے قدرتاً یہ سمجھا کہ اسقدر عیسائی احمدی ہوئے ہیں۔ مسٹر موصوف یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ حقیقت الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ جو افسوس ہے کہ ہماری نظر سے نہیں گذری۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وکیل میں کبھی اس قسم کی تنقید شائع نہ کی جاتی۔ ہم اب بھی اپنی غلطی کو تسلیم کرتے اور اپنے خیالات کو واپس لیتے ہیں۔"

اگرچہ وکیل کو چاہیئے تھا کہ مسٹر محمد اسلم کا وہ مضمون شائع کرتا جس سے اسے اپنی غلطی پر اطلاع ہوئی۔ تاکہ "وکیل" کے ناظرین کو بھی مفصل طور پر حقیقت حال کا علم ہو جاتا۔ لیکن چونکہ اس نے اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے خیالات کو واپس لے لیا ہے۔ اس لئے اب ہم اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ہاں اس بات پر اظہار حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ وہ حقیقت جس کے نظر سے نہ گذرنے کا وکیل نے عذر کیا ہے۔ وہ جبکہ ۱۶ مئی کے الفضل کے پہلے صفحہ پر بالفاظ جلی شائع ہو چکی ہے۔ اور الفضل باقاعدہ ایڈیٹر وکیل کے پاس جاتا ہے۔ تو وہ کیوں نظر سے نہ گذری ؟

حضور نظام کی رعایا پروری

مملکت نظام کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہز اگزالٹڈ ہائینس حضور نظام نے بوجہ قحط اورنگ آباد اور بیر کے اضلاع میں ایک سال کے لئے مالگذاری کی معافی کا اعلان فرمایا ہے۔ اور صدر اعظم نے قحط زدہ علاقوں میں روزانہ مزدوری کی شرح اسقدر بڑھا دی ہے جس سے ایک مزدور کم از کم ۱۸ چھٹانک گیہوں خرید سکے۔

حضور نظام کا یہ فعل رعایا نوازی کی ایک نہایت عمدہ مثال ہے۔ اسی قسم کی باتیں رعایا کے دل میں اپنے حاکم کے متعلق محبت و شکر گذاری اور جان نثاری کے جذبات پیدا کرتی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حضور نظام کو اپنی رعایا کے ہر طبقہ اور ہر گروہ کی بہبودی کا خیال ہو گا۔ اور ہر جماعت کی خواہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں۔ جائز جذبات اور حاجات کو پورا کر کے زیر بار احسان فرماتے رہینگے ؛

فریدکوٹ کا فرضی مُباحثہ

اخبار اہلسنت کے راست گو ایڈیٹر صاحب نے اپنے اخبار ۲۹ مئی میں لکھا ہے کہ:۔

"فریدکوٹ میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور مرزائیوں کا مباحثہ ہوا ہے۔ سنا گیا ہے۔ کہ اس میں مرزائیوں کو شکست ہوئی ہے۔ اور حاضرین و سامعین پر حق ظاہر ہو گیا ہے۔"

نہیں معلوم کس معتبر راوی نے جناب ایڈیٹر صاحب اخبار اہلسنت کو فریدکوٹ میں مباحثہ ہونے کی خبر سنائی ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ ان دنوں فریدکوٹ میں کوئی مباحثہ نہیں ہوا۔ اور جب کوئی مباحثہ ہی نہیں ہوا۔ تو اس میں شکست کے کیا معنے ؟

معلوم ہوتا ہے۔ مخالفین اب ہماری فرضی شکستوں سے عوام کو دھوکہ دینا اور اپنا دل خوش کرنا چاہتے ہیں لیکن یاد رکھیں۔ یہ خوشی انہیں بہت مہنگی پڑیگی ؛

[illegible]م دینا جوئے بازی نہیں

۱۵ مئی کے پرکاش میں بعنوان "ایک ہزار روپیہ انعام" جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق قادیان کے اس اشتہار کے متعلق ایک نوٹ شائع ہوا ہے۔ جسمیں ثناء اللہ کو الفاظ مشتہرہ میں حلف اٹھانے پر ایک ہزار روپیہ انعام دینے پر آمادگی ظاہر کی گئی ہے۔ پرکاش نے اس انعام کو جوئے بازی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"اس قسم کے اشتہارات سے لوگ دھرم کی سچی سپرٹ گرہن نہیں کرتے۔ بلکہ وہ غلط راستے پر پڑ جاتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے کام میں جس قدر بھی کامیابی ہوئی ہے۔ وہ اسی قسم کے اشتہارات کی بدولت جن میں جوئے بازوں کی طرح شرائط پیش کی گئی تھیں۔"

ہم اسکے جواب میں اسقدر کہنا کافی خیال کرتے ہیں کہ انعام دینا اور جوا بازی دو مختلف امور ہیں۔ انکو ایک قرار دینا ایڈیٹر صاحب پرکاش ہی کا کام ہے۔

ایڈیٹر صاحب پرکاش کا اس قسم کے اشتہاروں کو اصلی مذہبی سپرٹ کے خلاف قرار دینا ہماری مذہبی سپرٹ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسلمان خدا کو آریوں کے خدا کی مانند عضو معطل نہیں مانتے۔ بلکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا علیم و بصیر اور سمیع و خبیر ہے۔ اور اپنے بندوں کی مدد کرتا اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے اپنی معجزنمائیوں سے کام لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے خدا کے حضور فیصلہ لیجانے کے لئے مخالفین کو بلاتے۔ اور ان کی حرص و آز کو جس نے ان کے مذہبی جذبات پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے متحرک کرنے کے لئے نقد بنقد روپیہ پیش کرتے ہیں تاکہ اسی ذریعہ سے وہ مقابلہ پر کھڑے ہونے کے لئے آمادہ ہو سکیں۔

باقی حضرت مسیح موعود کی کامیابی "جوئے بازی" کی وجہ سے قرار دینا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی کہدے کہ آریہ سماج کو جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ محض نیوگ کی بدولت ہوئی ہے۔ کیونکہ آوارہ مزاجوں کو آریہ سماج میں جو کچھ مل سکتا ہے۔ وہ کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتا۔

اگر پرکاش اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے۔ تو ہم حضرت مرزا صاحب پر "جوئے بازی کی طرح شرائط پیش کرنے کا الزام لگانے کے جواب میں کچھ اور کہنے کی ضرورت نہ سمجھیں گے۔ ورنہ اُسے جوئے بازی کی حقیقت بتانے کے لئے اس مشہور واقعہ کی طرف توجہ دلائینگے۔ جس کا ذکر اس کی مقدس کتاب مہابھارت میں موجود ہے ؛

کی گئی ہے کہ "۲ مئی کی اشاعت میں واقعات کی بنا پر دکھایا گیا تھا کہ افریقہ میں چار ہزار عیسائیوں کو احمدی بنانے کی جو خبر الفضل نے شائع کی تھی۔ وہ غلط تھی۔ دراصل یہ لوگ مسلمان تھے۔ جن کا نام احمدی رکھ لیا گیا۔ مسٹر محمد اسلم اس سلسلہ میں ہمیں ایک طویل خط کے ذریعہ بتاتے ہیں کہ محکمہ برق کی غلطی سے فنٹی کی بجائے تار میں انٹی مسلم درج ہو گیا تھا۔ اور اسلئے ایڈیٹر الفضل نے قدرتاً یہ سمجھا کہ اسقدر عیسائی احمدی ہوئے ہیں۔ مسٹر موصوف یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ حقیقت الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ جو افسوس ہے کہ ہماری نظر سے نہیں گذری۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وکیل میں کبھی اس قسم کی تنقید شائع نہ کی جاتی۔ ہم اب بھی اپنی غلطی کو تسلیم کرتے اور اپنے خیالات کو واپس لیتے ہیں"

اگرچہ وکیل کو چاہیئے تھا کہ مسٹر محمد اسلم کا وہ مضمون شائع کرتا جس سے اسے اپنی غلطی پر اطلاع ہوئی۔ تاکہ وکیل کے ناظرین کو بھی مفصل طور پر حقیقت حال کا علم ہو جاتا۔ لیکن چونکہ اس نے اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے خیالات کو واپس لے لیا ہے۔ اس لئے اب ہم اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ہاں اس بات پر اظہار حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ وہ حقیقت جس کے نظر سے نہ گذرنے کا وکیل نے عذر کیا ہے۔ وہ جبکہ ۱۶ مئی کے الفضل کے پہلے صفحہ پر بالفاظ جلی شائع ہو چکی ہے۔ اور الفضل باقاعدہ ایڈیٹر وکیل کے پاس جاتا ہے۔ تو وہ کیوں نظر سے نہ گذری ؟

حضور نظام کی رعایا پروری

مملکت نظام کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہز اگزالٹڈ ہائنس حضور نظام نے بوجہ قحط اورنگ آباد اور بیر کے اضلاع میں ایک سال کے لئے مالگذاری کی معافی کا اعلان فرمایا ہے۔ اور صدر اعظم نے قحط زدہ علاقوں میں روزانہ مزدوری کی شرح اسقدر بڑھا دی ہے جس سے ایک مزدور کم از کم ۱۸ چھٹانک گیہوں خرید سکے۔ حضور نظام کا یہ فعل رعایا نوازی کی ایک نہایت عمدہ مثال ہے۔ اسی قسم کی باتیں رعایا کے دل میں اپنے حاکم کے متعلق محبت و شکر گذاری اور جان نثاری کے جذبات پیدا کرتی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حضور نظام کو اپنی رعایا کے ہر طبقہ اور ہر گروہ کی بہبودی کا خیال ہو گا۔ اور ہر جماعت کی خواہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں۔ جائز ضروریات اور حاجات کو پورا کرنے کے زیر بار احسان فرماتے رہینگے ؎

فریدکوٹ کا فرضی مباحثہ

اخبار اہلسنت کے راست گو ایڈیٹر صاحب نے اپنے اخبار یکم مئی میں لکھا ہے کہ:۔

"فریدکوٹ میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور مرزائیوں کا مباحثہ ہوا ہے۔ سنا گیا ہے۔ کہ اس میں مرزائیوں کو شکست ہوئی ہے۔ اور حاضرین و سامعین پر حق ظاہر ہو گیا ہے"

نہیں معلوم کس معتبر راوی نے جناب ایڈیٹر صاحب اخبار اہلسنت کو فریدکوٹ میں مباحثہ ہونے کی خبر سنائی ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ ان دنوں فریدکوٹ میں کوئی مباحثہ نہیں ہوا۔ اور جب کوئی مباحثہ ہی نہیں ہوا۔ تو اس میں شکست کے کیا معنے ؟

معلوم ہوتا ہے۔ مخالفین اب ہماری فرضی شکستوں سے عوام کو دہوکہ دینا اور اپنا دل خوش کرنا چاہتے ہیں لیکن یاد رکھیں۔ یہ خوشی انہیں بہت مہنگی پڑیگی ؎

انعام دینا جوئے بازی نہیں

۱۵ مئی کے پرکاش میں بعنوان "ایک ہزار روپیہ انعام" جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق قادیان کے اس اشتہار کے متعلق ایک نوٹ شائع ہوا ہے۔ جمیں ثناء اللہ کو الفاظ مشتہرہ میں حلف اٹھانے پر ایک ہزار روپیہ انعام دینے پر آمادگی ظاہر کی گئی ہے۔ پرکاش نے اس انعام کو جوئے بازی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"اس قسم کے اشتہارات سے لوگ دھرم کی سچی سپرٹ گرہن نہیں کرتے۔ بلکہ وہ غلط راستے پر چلے جاتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے کام میں جس قدر بھی کامیابی ہوئی ہے وہ اسی قسم کے اشتہارات کی بدولت جن میں جوئے بازوں کی طرح شرائط پیش کی گئی تھیں"

ہم اسکے جواب میں اسقدر لکھنا کافی خیال کرتے ہیں کہ انعام دینا اور جوا بازی دو مختلف امور ہیں۔ انکو ایک قرار دینا ایڈیٹر صاحب پرکاش ہی کا کام ہے۔

ایڈیٹر صاحب پرکاش کا اس قسم کے اشتہاروں کو اصلی مذہبی سپرٹ کے خلاف قرار دینا ہماری مذہبی سپرٹ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسلمان خدا کو آریوں کے خدا کی مانند عضو معطل نہیں مانتے۔ بلکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا علیم و بصیر اور سمیع و خبیر ہے۔ اور اپنے بندوں کی مدد کرتا اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے اپنی معجزنمائیوں سے کام لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے خدا کے حضور فیصلہ لیجانے کے لئے مخالفین کو بلاتے۔ اور ان کی حرص و آز کو جس نے ان کے مذہبی جذبات پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے متحرک کرنے کیلئے نقد بنقد روپیہ بھی پیش کرتے ہیں تاکہ اسی ذریعہ سے وہ مقابلہ پر کھڑے ہونے کے لئے آمادہ ہو سکیں۔

باقی حضرت مسیح موعود کی کامیابی "جوئے بازی" کی وجہ سے قرار دینا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی کہدے کہ آریہ سماج کو جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ محض نیوگ کی بدولت ہوئی ہے۔ کیونکہ آوارہ مزاجوں کو آریہ سماج میں جو کچھ مل سکتا ہے۔ وہ کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتا۔

اگر پرکاش اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے۔ تو ہم حضرت مرزا صاحب پر "جوئے بازی کی طرح شرائط پیش کرنے کا الزام" لگانے کے جواب میں کچھ اور کہنے کی ضرورت نہ سمجھیں گے۔ ورنہ اسے جوئے بازی کی حقیقت بتانے کے لئے اس مشہور واقعہ کی طرف توجہ دلائینگے۔ جس کا ذکر اس کی مقدس کتاب مہابھارت میں موجود ہے ؎

خطبہ جمعہ

تقوےٰ

از مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب

۲۷ - مئی سنہ ۱۹۲۱ء

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیرٌ بما تعملون - ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم اولٰئک ھم الفاسقون (پ ۲۸ ع ۶)

تقویٰ

قرآن کریم میں سب حکموں سے بڑھکر جس بات کا حکم دیا گیا ہے - وہ تقویٰ ہے - تقویٰ کیا ہے - یہ کہ خدا کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کی جائے - اور نجات حاصل کی جائے - یہ تقویٰ ہے اور اس کی دو شاخیں ہیں - اول وہ کام جن کے کرنے سے خدا تعالیٰ منع کرتا ہے - ان سے بچا جائے - (۲) وہ جن کا حکم دیتا ہے - کہ کئے جائیں - ان کو کیا جائے - قرآن کریم میں بار بار تقویٰ کرنے کا حکم ہے لیکن اب سوال ہوتا ہے - کہ تقویٰ کیسے پیدا کیا جائے -

ہر ایک کام کے لئے ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے

سو اس کے لئے یاد رکھنا چاہئیے کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا - جب تک اسکے کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے - اگر کسی کام کا ارادہ نہ کیا جائے - خواہ ہزار اس کے متعلق وعظ سُنے جائیں - کبھی اس کام کے کرنے کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوتی - بعض اُمور میں ارادہ ہوتا بھی ہے - لیکن وہ قائم نہیں رہتا - یہی حال تقویٰ کا ہے کہ بہت لوگ قرآن میں اس کا حکم پڑھتے ہیں - مگر ان کا ارادہ نہیں ہوتا - بعض کا ارادہ ہوتا ہے مگر جلد وہ ارادہ فسخ ہو جاتا ہے - اسلئے تقویٰ کے پیدا کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے - اول تقویٰ کا عشق و ارادہ پیدا ہونا چاہئیے - دوسرے یہ کہ جو ارادہ ہو وہ قائم رہے اگر یہ نہیں - تو کم بھی نہ ہو *

تقویٰ ہر کام کیلئے ضروری ہے

تقویٰ ایک ایسی چیز ہے جو ہر ایک کام میں ضروری ہوتا ہے - ہر وقت اور ہر کام کے وقت اس کا عزم ہے - تو وہ رہ سکتا ہے - انسان صبح بیدار ہوتا ہے - وہ دیکھتا ہے - کہ نماز کا حکم ہے - اب نماز کے ادا کرنے کے لئے جس قدر احکام ہیں - ان سب کو پورا کرے - اگر تاجر ہے - دن بھر میں جتنے سودے کرتا ہے - ان کے متعلق بھی خدا تعالیٰ کا حکم ہے - ان سودوں میں ان احکام الٰہی کی پابندی کرے - گھر والوں سے تعلقات اور معاملات ہیں حاکم اور رعایا ہونے کی حیثیت میں کچھ احکام الٰہی ہیں - ان سب حالتوں میں ان خدا کے حکموں کی پابندی کرنا ہی تقویٰ ہوتا ہے - اگر انسان کا ارادہ ہو گا - تو وہ تقویٰ کریگا اگر نہیں - تو پھر تقویٰ قائم نہیں رہیگا *

تقویٰ پیدا کرنے کا پہلا ذریعہ

ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں - خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تقویٰ کا ارادہ کیسے پیدا ہوتا ہے -

پہلے فرمایا کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد - ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ خیال کرے اور سوچے کہ وہ کل کیلئے کیا کر رہا ہے - دیکھو زمیندار ایک وقت میں محنت کرتا ہے - اسلئے کہ سال کے دوسرے حصہ میں اس کی محنت کام آئے - یا کوئی شخص تجارت کیلئے باہر جاتا ہے - وہ وہاں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا - بلکہ محنت کرتا اور تجارت میں تندہی سے کام لیکر روپیہ کماتا ہے - اسلئے کہ جب وہ وطن میں واپس آئے - تو یہ جو اس نے وطن سے باہر رہ کر کمایا ہے - اسکے کام آئے - اسی طرح انسان کا یہاں آنا محض کھانے پینے اور یہیں رہنے کے لئے نہیں - بلکہ انسان کا یہاں آنا عارضی ہے اور اس نے جانا کسی اور جگہ ہے - جہاں اسکو ہمیشہ رہنا ہے پس جس طرح ایک زمیندار سال کے ایک حصہ کیلئے اور تاجر اپنی وطنی زندگی کے بارام بسر کرنے کے لئے محنت کرتا ہے اسی طرح ہر انسان کا فرض ہے کہ اس جہان میں ایسے کام کرے جو اُس جہان میں جہاں اس نے جانا ہے عزت و آرام پا سکے - پس ہر انسان دیکھے کہ اس نے کیا کمایا ہے - اسلئے چاہئیے کہ ہر روز انسان اسپر غور کرے کہ وہ کیا کر رہا ہے اُسے کیا کرنا چاہئیے - اور کس کام کو چھوڑنا چاہئیے - جیسا کہ آتا ہے - حاسبوا قبل ان تحاسبوا - کہ خدا کے حساب لینے سے پہلے اپنا ہر روز اپنا حساب خود لینا چاہئیے اسی طرح قرآن میں آتا ہے - کہ ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰئف من الشیطٰن تذکروا (پ ۹ ع ۱۳) وہ لوگ جو متقی ہوتے ہیں جب انکو کوئی بھٹکتا ہوا شیطان چھو جاتا ہے یا وسوسہ ڈالتا ہے تو فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں - پس مومن پر اگر غفلت آئے - تو اسکی تعریف یہ ہے کہ وہ اس غفلت کو دور کرتا ہے -

تقویٰ پیدا کرنے کیلئے دوسری بات

دوسری بات جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے اتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون اللہ کا تقویٰ اختیار کرو (کیونکہ) جو کچھ تم کرتے ہو - اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے - دیکھو پولیس کی موجودگی میں کوئی شخص ارتکاب جرم نہیں کرتا - لیکن جس شخص کو یہ یقین ہو کہ خدا ہے - اور وہ میری حالت کو دیکھ رہا ہے - اور میری کوئی حرکت اس سے پوشیدہ نہیں وہ کیسے خلاف تقویٰ امر کی جرأت کر سکتا ہے پس دوسری یہ بات ضروری ہے کہ دل میں یقین ہو کہ میں اور میرے کام خدا کی نظر سے پوشیدہ نہیں جب یہ بات ہو گی - تو انسان سے کوئی کام خلاف تقویٰ سرزد نہ ہو گا *

تقویٰ پیدا کرنے کیلئے تیسری بات

تیسری بات اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پیدا کرنے کی یہ فرمائی ہے - ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ فانسٰھم - ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا - کیونکہ خدا نے اس جرم کی یہ سزا دی کہ ان کے نفس انکو بھول گئے - جو لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں وہ شرک میں مبتلا ہو کر بہت ہی ذلیل ہو جاتے ہیں - شرک کیا ہے یہی کہ خدا کو اسکے درجہ سے گھٹا کر بتوں کے برابر لے آنا اور بتوں کو بڑھا کر خدا کے برابر کر دینا - یہی خدا کا بھلا دینا ہے اسکی سزا خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ملتی ہے کہ ایسے لوگ اپنی عظمت کو بھول جاتے ہیں - اور اپنے آپکو انسانیت کے درجہ سے گھٹا ہوا خیال کرتے ہیں اسلئے ضروری ہے کہ ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ کی عظمت کو سامنے رکھا جائے - اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کبھی کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو گا جو تقویٰ کے خلاف اور خدا کی ناراضگی کا موجب ہو خدا کی عظمت و بزرگی کو سامنے رکھنا ایسا ہی ہے جیسا اعلیٰ درجہ کا صابون جس سے انسان کے اخلاقی - اعمالی - اعتقادی گناہ دھوئے جاتے ہیں اگر ان تینوں باتوں پر عمل کیا جائے تو تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور انکو ہمیشہ مدنظر رکھا جائے تو وہ ہمیشہ قائم رہتا ہے - اور وہی کام پسندیدہ ہوتا ہے جس میں [illegible] کہ رسول کریمؐ کی ایک حدیث بھی ہے -

خطبہ جمعہ

تقوےٰ

از مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب

۲۷ مئی ۱۹۲۱ء

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون - ولا تکونوا کالذی نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم اولٰئک ھم الفاسقون (پ ۲۸ ع ۶)

تقویٰ

قرآن کریم میں سب حکموں سے بڑھکر جس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ تقویٰ ہے - تقویٰ کیا ہے - یہ کہ خدا کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کی جائے - اور نجات حاصل کی جائے - یہ تقویٰ ہے اور اس کی دو شاخیں ہیں - اول وہ کام جن کے کرنے سے خدا تعالیٰ منع کرتا ہے - ان سے بچا جائے (۲) وہ جن کا حکم دیتا ہے - کہ کئے جائیں - ان کو کیا جائے - قرآن کریم میں بار بار تقویٰ کرنے کا حکم ہے لیکن اب سوال ہوتا ہے - کہ تقویٰ کیسے پیدا کیا جائے

ہر ایک کام کے لئے ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے

سو اس کے لئے یاد رکھنا چاہئیے کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا - جب تک اسکے کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے - اگر کسی کام کا ارادہ نہ کیا جائے - خواہ ہزار اس کے متعلق وعظ سنے جائیں - کبھی اس کام کے کرنے کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوتی - بعض اُمور میں ارادہ ہوتا بھی ہے - لیکن وہ قائم نہیں رہتا - یہی حال تقویٰ کا ہے کہ بہت لوگ قرآن میں اس کا حکم پڑھتے ہیں - مگر ان کا ارادہ نہیں ہوتا - بعض کا ارادہ ہوتا ہے مگر جلد وہ ارادہ فسخ ہو جاتا ہے - اسلئے تقویٰ کے پیدا کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے - اول تقویٰ کا عشق و ارادہ پیدا ہونا چاہیئے - دوسرے یہ کہ جو ارادہ ہو وہ قائم رہے اگر بڑھے نہیں - تو کم بھی نہ ہو ؛

تقویٰ ہر کام کیلئے ضروری ہے

تقویٰ ایک ایسی چیز ہے - جو ہر ایک کام میں ضروری ہوتا ہے - ہر وقت اور ہر کام کے وقت اس کا عزم ہے - تو وہ یہ کہتا ہے - انسان صبح بیدار ہوتا ہے وہ دیکھتا ہے - کہ نماز کا حکم ہے - اب نماز کے ادا کرنے کے لئے جس قدر احکام ہیں - ان سب کو پورا کرے - اگر تاجر ہے - تو ان بجری جیسے سودے کرتا ہے - ان کے متعلق بھی خدا تعالیٰ کا حکم ہے - ان سودوں میں ان احکام الٰہی کی پابندی کرے - گھر والوں سے تعلقات اور معاملات ہیں حاکم ور عایا ہونے کی حیثیت میں کچھ احکام الٰہی ہیں - ان سب حالتوں میں ان خدا کے حکموں کی پابندی کرنا یہی تقویٰ ہوتا ہے - اگر انسان کا ارادہ ہو گا - تو وہ تقویٰ کریگا اگر نہیں - تو پھر تقویٰ قائم نہیں رہیگا ؛

تقویٰ پیدا کرنے کا پہلا ذریعہ

ان آیات میں جو میں نے پڑہی ہیں - خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تقویٰ کا ارادہ کیسے پیدا ہوتا ہے - پہلے فرمایا کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد - ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ خیال کرے اور سوچے کہ وہ کل کیلئے کیا کر رہا ہے - دیکھو زمیندار ایک وقت میں محنت کرتا ہے - اسلئے کہ سال کے بعد کے حصہ میں اس کی محنت کام آئے - یا کوئی شخص تجارت کیلئے باہر جاتا ہے - وہ وہاں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا - بلکہ محنت کرتا اور تجارت میں تندہی سے کام لیکر روپیہ کماتا ہے - اسلئے کہ جب وہ وطن میں واپس آئے - تو یہ جو اس نے وطن سے باہر رہ کر کمایا ہے - اسکے کام آئے - اسی طرح انسان کا یہاں آنا محض کھانے پینے اور پہننے کے لئے نہیں - بلکہ انسان کا یہاں آنا عارضی ہے - اور اس نے جانا کسی اور جگہ ہے - جہاں اُسکی ہمیشہ رہنا ہے - جس طرح ایک زمیندار سال کے باقی حصہ کیلئے اور تاجر اپنی وطنی زندگی کے باآرام بسر کرنے کے لئے محنت کرتا ہے - اسی طرح ہر انسان کا فرض ہے کہ اس جہان میں وہ ایسے کام کرے جو اُس جہان میں جہاں اس نے جانا ہے - عزت و آرام پاسکے - پس ہر انسان دیکھے کہ اس نے کیا کمایا ہے - اسلئے چاہیئے کہ ہر روز انسان اسپر غور کرے کہ وہ کیا کر رہا ہے - اُسے کیا کرنا چاہیئے - اور کس کام کو چھوڑنا چاہیئے - جیسا کہ آتا ہے - حاسبوا قبل ان تحاسبوا - کہ خدا کے حساب لینے سے پہلے اپنا اپنا حساب خود لینا چاہیئے - پھر قرآن میں آتا ہے - کہ ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰئف من الشیطٰن تذکروا (پ ۹ ع ۱۴) وہ لوگ جو متقی ہوتے ہیں جب انکو کوئی کھٹکا ہوتا شیطان کچھ جاتا ہے یا وسوسہ ڈالتا ہے تو فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں - پس مومن پر اگر غفلت آئے - تو اسکو چاہیے کہ وہ اس غفلت کو دور کرے -

تقویٰ پیدا کرنے کیلئے دوسری بات

دوسری بات جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے اتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ بما تعملون خبیر اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو - اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے - دیکھو پولیسمین کی موجودگی میں کوئی شخص ارتکاب جرم نہیں کرتا - لیکن جس شخص کو یہ یقین ہو کہ خدا ہے - اور وہ میری ہر حالت کو دیکھ رہا ہے - اور میری کوئی حرکت اس سے پوشیدہ نہیں تو وہ کیسے خلاف تقویٰ امر کی جرأت کر سکتا ہے پس دوسری یہ بات ضروری ہے کہ دل پر یقین ہو کہ میں اور میرے کام خدا کی نظر سے پوشیدہ نہیں جب یہ بات ہو گی - تو انسان سے کوئی کام خلاف تقویٰ سرزد نہ ہو گا ؛

تقویٰ پیدا کرنے کیلئے تیسری بات

تیسری بات اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پیدا کرنے کی یہ فرمائی ہے - ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ فانسٰھم - ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا - کیونکہ خدا نے اس جرم کی سزا دی کہ ان کے نفس انکو بھول گئے - جو لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں وہ شرک میں مبتلا ہو کر بہت ہی ذلیل ہو جاتے ہیں - شرک کیا ہے یہی کہ خدا کو اسکے درجہ سے گھٹا کر بتوں کے برابر لے آنا اور بتوں کو بڑھا کر خدا کے برابر کر دینا - یہی خدا کا بھلا دینا ہے اسکی سزا خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ملتی ہے کہ ایسے لوگ اپنی عظمت کو بھول جاتے ہیں - اور اپنے آپکو انسانیت کے درجہ سے گھٹا ہوا خیال کرتے ہیں - اسلئے ضروری ہے کہ ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ کی عظمت کو سامنے رکھا جائے - اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کبھی کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو گا جو تقویٰ کے خلاف اور خدا کی ناراضگی کا موجب ہو - خدا کی عظمت و بزرگی کو سامنے رکھنا ایسا ہی جیسا اعلیٰ درجہ کا صابن جس سے انسان کے اخلاقی - اعمالی - اعتقادی گناہ دہوئے جاتے ہیں اگر ان تینوں باتوں پر عمل کیا جائے تو تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور انکو ہمیشہ مد نظر رکھا جائے تو وہ ہمیشہ قائم رہتا ہے - اور وہی کام پسندیدہ ہوتا ہے جس کو دوام ہو جیسا کہ رسول کریم کی ایک حدیث بھی ہے

حضرت مسیح موعودؑ کا فتویٰ درباره سُود

(نمبر ۳)

(ناظر صاحب تعلیم و تربیت کی طرف سے)

زمینداره بنکوں سے جب سے رواج پایا ہے۔ جب وہ زمیندار جو بنیوں کو سُودی ظلم کی وجہ سے پہلے کوسا کرتے تھے۔ اب خود اس ظلم میں مبتلا ہو گئے۔ ڈاکخانہ میں سیونگ بنیک کے سُود کی جب سے لوگوں کو چاٹ لگی۔ تب سے علّت ربا کے مسائل سوچے جانے لگے۔ اور آخر جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہر بینک گورنمنٹ ہو یا پرائیویٹ گھر بیٹھے سُود کا روپیہ باقاعدہ دیتا ہے۔ تو ان سے بھی نہ رہا گیا۔ پھر تجارت کے لئے جب سود کے سوا اور کوئی شکل نظر نہ آیا۔ تو سب احکام الٰہی اور فرمانِ رسول کریمؐ پر پانی پھیر دیا۔ مصر و قسطنطنیہ سے فتاویٰ منگائے گئے۔ سود کے مسئلے بڑی بڑی باریک ترکیبوں سے علماء کے سامنے پیش کئے گئے۔ حتیٰ کہ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک حصہ مسلمانوں کا اس مسئلہ کو ناقابل عمل بتا کر کھلم کھلا الگ ہو گیا۔ اور دوسرے نے شرع کی آڑ لیکر اسے جائز کیا۔ اور تیسرے نے خفیہ خفیہ اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

اور خیر اُمّت کہلانے والوں کی وہی حالت ہو گئی۔ جو آج سے دو ہزار برس پہلے والی ایک اُمّت کی ہو گئی تھی۔ کہ خدا نے انکو صراحتاً سود خوری سے منع کیا تھا۔ مگر باوجود منع کرنے کے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیچھے ڈال دیا۔ اور دنیا کے چند پیسوں کے بدلے انہوں نے اپنے محسن خدا و نہ خدا سے ہمیشہ کے لئے لڑائی کر لی۔

ہمارے آقا حضرت مسیح موعود سے بھی یہ سُود کا مسئلہ بار ہا بڑی بڑی ترکیبوں سے پوچھا گیا ہے۔ مگر کبھی بھی حضور نے کسی رنگ میں ایسے معاملات کے کرنے یا ایسے روپیہ کے لینے اور خرچ میں لانے کی اجازت نہیں دی۔ ذیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ نقل کرتا ہوں۔ تاکہ ہماری جماعت کو اچھی طرح علم ہو جائے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کا اس بارے میں کیا مذہب تھا:۔

فرمایا:۔ (۱) سُود کا لفظ اس روپیہ پر دلالت کرتا ہے جو مفت بلا محنت کے صرف روپیہ کے معاوضہ میں لیا جاتا ہے۔

(۲) شرع میں سود کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کو روپیہ قرض دیتا ہے اور فائدہ مقرر کرتا ہے۔ یہ تعریف جہاں صادق آویگی وہ سُود کہلائیگا۔

(۳) سوال ہُوا کہ ضرورت پر سُودی روپیہ لیکر تجارت وغیرہ کرنے کا کیا حکم ہے۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا:۔ حرام ہے۔

(۴) سوال ہُوا۔ کہ اگر ضرورت سخت ہو۔ اور سوائے سُود کے کام نہ چل سکے۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی حرمت مؤمنوں کے واسطے مقرر کی ہے۔ اور مؤمن وہ ہوتا ہے۔ جو ایمان پر قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا متولّی اور متکفل ہوتا ہے۔ اسلام میں کروڑہا ایسے آدمی گذرے ہیں۔ جنھوں نے نہ سُود لیا نہ دیا۔ آخر ان کے حوائج بھی پورے ہوتے ہی رہے ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سود نہ دو نہ لو۔ جو ایسا کرتا ہے۔ گویا خدا کے ساتھ لڑائی کی تیاری کرتا ہے۔ ایمان ہو تو اس کا صلہ خدا بخشتا ہے۔ ایمان بڑی بابرکت شے ہے۔ الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔ اگر اسے خیال ہو۔ پھر کیا کرے تو کیا خدا کا حکم بھی بیکار ہے؟ اس کی قدرت بہت بڑی ہے۔ سُود تو کوئی شے ہی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا کہ زمین کا پانی نہ پیا کرو۔ تو وہ ہمیشہ بارش کا پانی آسمان سے دیا کرتا۔ اسی طرح ضرورت پر وہ خود ایسی راہ نکال ہی دیتا ہے۔ کہ جس سے اس کی نافرمانی بھی نہ ہو۔ جب تک ایمان میں میل کچیل ہوتی ہے۔ تب تک یہ ضعف اور کمزوری ہے۔ کوئی گناہ نہیں چھوٹ سکتا۔ جب تک خدا نہ چھڑائے ورنہ انسان تو ہر ایک گناہ پر یہ عذر پیش کر سکتا ہے کہ ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ اگر چھوڑ دیں۔ تو گذارہ نہیں چلتا۔ دکانداروں۔ عطاروں کو دیکھا جاوے۔ کہ پرانا مال سالہا سال تک نسخے میں دیتے ہیں۔ دھوکا دیتے ہیں۔ ملازم پیشہ لوگ رشوت خوری کرتے ہیں۔ اور سب یہ عذر کرتے ہیں کہ گذارہ نہیں چلتا۔ ان سب کو اگر اکٹھا کر کے نتیجہ نکالا جاوے۔ تو پھر یہ نکلتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی کتاب پر عمل ہی نہ کرو۔ کیونکہ گذارہ نہیں چلتا۔ حالانکہ مومن کے لئے خدا خود سہولت کر دیتا ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ)

(۵) فرمایا:۔ سود اپنے نفس کے لئے۔ بیوی بچوں احباب۔ رشتہ داروں اور ہمسائیوں کے لئے بالکل حرام ہے۔

(۶) فرمایا:۔ ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ سُود کا روپیہ بالکل حرام ہے۔ کہ کوئی شخص اسے اپنے نفس پر خرچ کرے اور کسی قسم کے بھی ذاتی مصارف میں خرچ کرے۔ یا اپنی بال بچے کو دے یا کسی فقیر مسکین کو دے۔ کسی ہمسایہ کو دے یا مسافر کو دے۔ سب حرام ہے۔ سُود کے روپیہ کا لینا اور خرچ کرنا سب گناہ ہے۔ ...... اور جو قرآن شریف کا مفہوم ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اپنے نفس عیال اطفال۔ دوست۔ عزیز کے واسطے اس سود کو مباح نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ پلید ہے۔ اور اس کا کھانا حرام ہے۔" (فتاویٰ احمدیہ)

انشاء اللہ اگلے نمبر میں حضرات خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ اس کے بارے میں احباب کے سامنے پیش کرونگا۔

حُقّہ چھوڑنیوالوں کی چوتھی فہرست

(۱۱۸) چودھری نور دین صاحب۔ (۱۱۹) رسول بخش صاحب۔ (۱۲۰) سردار ولد قاسم صاحب (۱۲۱) رحمت علی صاحب (۱۲۲) محمد ابراہیم صاحب ساکنان چک نمبر ۶ تحصیل منٹگمری۔ (۱۲۳) منشی سوہن خاں صاحب (۱۲۴) منشی خلیل الرحمٰن صاحب (۱۲۵) منشی حبیب الرحمٰن صاحب (۱۲۶) فضل الرحمٰن صاحب ساکنان پٹیالہ (۱۲۷) صادق محمد صاحب چک علی۔ (۱۲۸) پیر محمد صاحب ... (۱۲۹) محمد شریف صاحب کاتب جنگ (۱۳۰) الٰہی میاں نظام دین صاحب ... لاہور

حضرت مسیح موعودؑ کا فتویٰ درباره سُود

(نمبر ۳)

(ناظر صاحب تعلیم و تربیت کی طرف سے)

زمیندارہ بنکوں نے جب سے رواج پایا ہے تب سے وہ زمیندار جو بنیوں کو سُود کی ظلم کی وجہ سے پہلے کوسا کرتے تھے۔ اب خود اس ظلم میں مبتلا ہوگئے۔ ڈاکخانہ میں سیونگ بینک کے سُود کی جب سے لوگوں کو چاٹ لگی۔ تب سے حلّتِ ربا کے مسائل سوچے جانے لگے۔ اور آخر جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہر بینک گورنمنٹ ہو یا پرائیویٹ گھر بیٹھے سُود کا روپیہ باقاعدہ دیتا ہے۔ تو ان سے بھی نہ رہا گیا۔ پھر تجارت کے لئے جب سود کے سوا اَور شکل نظر آیا۔ تو سب احکام الٰہی اور فرمانِ رسول کریم پر پانی پھیر دیا۔ مصر و قسطنطنیہ سے فتاوی منگائے گئے۔ سود کے مسئلے بڑی بڑی باریک ترکیبوں سے علماء کے سامنے پیش کئے گئے۔ حتیٰ کہ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک حصہ مسلمانوں کا اس مسئلہ کو ناقابل عمل بتا کر کھلم کھلا الگ ہو گیا۔ اور دوسرے نے شرع کی آڑ لیکر اسے جائز کیا۔ اور تیسرے نے خفیہ خفیہ اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

اور خیر اُمّت کہلانے والوں کی وہی حالت ہوگئی۔ جو آج سے دو ہزار برس پہلے والی ایک اُمّت کی ہوگئی تھی۔ کہ خدا نے انکو صراحتاً سود خوری سے منع کیا تھا۔ مگر باوجود منع کرنے کے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیچھے ڈالدیا۔ اور دنیا کے چند پیسوں کے بدلے انہوں نے اپنے محسن خداوند خدا سے ہمیشہ کے لئے رُدائی کرلی۔

ہمارے آقا حضرت مسیح موعود سے بھی یہ سُود کا مسئلہ بارہا بڑی بڑی ترکیبوں سے پوچھا گیا ہے۔ مگر کبھی بھی حضور نے کسی رنگ میں ایسے معاملات کے کرنے یا ایسے روپیہ کے لینے اور خرچ میں لانے کی اجازت نہیں دی۔ ذیل میں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ نقل کرتا ہوں۔ تاکہ ہماری جماعت کو اچھی طرح علم ہو جائے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کا اس بارے میں کیا مذہب تھا۔

فرمایا:۔ (۱) سُود کا لفظ اس روپیہ پر دلالت کرتا ہے جو مفت بلا محنت کے صرف روپیہ کے معاوضہ میں لیا جاتا ہے۔

(۲) شرع میں سود کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کو روپیہ قرض دیتا ہے اور فائدہ مقرر کرتا ہے۔ یہ تعریف جہاں صادق آوے گی وہ سُود کہلائیگا۔

(۳) سوال ہوا کہ ضرورت پر سُودی روپیہ لیکر تجارت وغیرہ کرنے کا کیا حکم ہے۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا:۔ حرام ہے

(۴) سوال ہوا۔ کہ اگر ضرورت سخت ہو۔ اور سوائے سُود کے کام نہ چل سکے۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا:۔ خدا تعالیٰ نے اس کی حرمت مومنوں کے واسطے مقرر کی ہے۔ اور مومن وہ ہوتا ہے۔ جو ایمان پر قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا متولّی اور متکفل ہوتا ہے۔ اسلام میں کروڑہا ایسے آدمی گذرے ہیں۔ جنھوں نے نہ سود لیا نہ دیا۔ آخر ان کے حوائج بھی پورے ہوتے ہی رہے ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سود نہ دو نہ لو۔ جو ایسا کرتا ہے۔ گویا خدا کے ساتھ لڑائی کی تیاری کرتا ہے۔ ایمان ہو تو اس کا صلہ خدا بخشتا ہے۔ ایمان بڑی بابرکت شے ہے۔ الم تعلم ان اللہ علےٰ کل شیٍٔ قدیر۔ اگر اسے خیال ہو۔ پھر کیا کرے تو کیا خدا کا حکم بھی بیکار ہے؟ اس کی قدرت بہت بڑی ہے۔ سُود تو کوئی شے ہی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا کہ زمین کا پانی نہ پیا کرو۔ تو وہ ہمیشہ بارش کا پانی آسمان سے دیا کرتا۔ اسی طرح ضرورت پر وہ خود ایسی راہ نکال ہی دیتا ہے۔ کہ جس سے اس کی نافرمانی بھی نہ ہو۔ جب تک ایمان میں میل کچیل ہوتی ہے۔ تب تک یہ ضعف اور کمزوری ہے۔ کوئی گناہ نہیں چھوٹ سکتا۔ جب تک خدا نہ چھڑاوے ورنہ انسان تو ہر ایک گناہ پر یہ عذر پیش کر سکتا ہے۔ کہ ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ اگر چھوڑ دیں۔ تو گذارہ نہیں چلتا۔ دکانداروں۔ عطاروں کو دیکھا جاوے۔ کہ پُرانا مال سال بسال تک سنبھالتے ہیں۔ دھوکا دیتے ہیں۔ ملازم پیشہ لوگ رشوت خوری کرتے ہیں۔ اور سب یہ عذر کرتے ہیں کہ گذارہ نہیں چلتا۔ ان سب کو اگر اکٹھا کر کے نتیجہ نکالا جاوے۔ تو پھر یہ نکلتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی کتاب پر عمل ہی نہ کرو۔ کیونکہ گذارہ نہیں چلتا۔ حالانکہ مومن کے لئے خدا خود سہولت کر دیتا ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ)

(۵) فرمایا:۔ سود اپنے نفس کے لئے۔ بیوی بچوں احباب۔ رشتہ داروں اور ہمسائیوں کے لئے بالکل حرام ہے۔

(۶) فرمایا:۔ ہمارا مذہب یہی ہے۔ کہ سُود کا روپیہ بالکل حرام ہے۔ کہ کوئی شخص اسے اپنے نفس پر خرچ کرے اور کسی قسم کے بھی ذاتی مصارف میں خرچ کرے۔ یا اپنے بال بچے کو دے یا کسی فقیر مسکین کو دے۔ کسی ہمسایہ کو دے یا مسافر کو دے سب حرام ہے۔ سُود کے روپیہ کا لینا اور خرچ کرنا سب گناہ ہے...... اور جو قرآن شریف کا مفہوم ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اپنے نفس عیال اطفال۔ دوست۔ عزیز کے واسطے اس سود کو مباح نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ پلید ہے۔ اور اس کا کھانا حرام ہے۔" (فتاویٰ احمدیہ)

انشاء اللہ اگلے نمبر میں میں حضرات خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ اس کے بارے میں احباب کے سامنے پیش کرونگا۔

حُقّہ چھوڑنیوالوں کی چوتھی فہرست

(۱۱۸) چودھری نور دین صاحب۔ (۱۱۹) رسول بخش صاحب (۱۲۰) سردار ولد قاسم صاحب (۱۲۱) رحمت علی صاحب (۱۲۲) محمد ابراہیم صاحب ساکنان چک نمبر ۶ تحصیل منٹگمری۔ (۱۲۳) منشی سوہد بخانہ صاحب (۱۲۴) منشی خلیل الرحمٰن صاحب (۱۲۵) منشی حبیب الرحمٰن صاحب (۱۲۶) فضل الرحمٰن صاحب سانانہ پٹیالہ (۱۲۷) صادق محمد صاحب چک علی۔ (۱۲۸) پیر محمد صاحب

(۱۲۹) [illegible] (۱۳۰) [illegible]

امرتسری مکذب ایڈیٹر اہلحدیث کو جواب

(باجازت سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ)

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا اشتہار بعنوان "قادیانی خلیفہ کو جواب" "میرے اشتہار انعامی ایک ہزار مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۲۱ء کے جواب میں" مورخہ ۷ مئی سنہ ۱۹۲۱ء کو بذریعہ ڈاک موصول ہوا۔ جس کو پڑھکر مجھے تعجب ہوا کہ آپ نے شرمناک چالاکی سے اپنے ہمخیالوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی بیجا کوشش کی ہے۔ اور خیال کر لیا ہے کہ ضرور آپ کی مستعدی بر حلف دیکھ کر جاہل میں بھولے انہیں سمجھینگے۔ اور اصل حقیقت سے جو فرار کی طرح ڈالکر آپ نے مخفی رکھنی چاہی ہے ناواقف رہینگے۔ مگر یاد رہے کہ جہان عقلمند اور ذی شعور انسانوں سے خالی نہیں۔ جو آپ کی چالاکی چھپی رہنے دے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ آپ کا حریف جو آپ کی چالوں کو آپ سے زیادہ سمجھتا ہے۔ کھولکر بتا دیگا۔

مولوی صاحب! سنیئے! میں نے آپ کو ایک ایسی حلف کی دعوت دی۔ جو آپ کے ایمان و عقیدہ کے متعلق آپ کی ہر تحریر و تقریر میں پائی جاتی ہے لیکن میں اسکو آپ کے نفاق پر بربناء واقعات صحیحہ محمول کرتا ہوں۔ اور یقیناً جانتا ہوں۔ کہ آپ کا علیٰ وجہ البصیرۃ یہ ایمان و عرفان نہیں بعض لوگوں کو دہوکہ دینے کی نیت سے اقرار باللسان بغیر تصدیق قلب ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ پیالہ سے آپ کی اندرونی حالت کا انکشاف کراؤں۔ اور ایک رقم کثیر آپ کو دیکر آپ سے ایسی حلف لوں جس سے آپ کا انکار آپ کے منافق ہونے پر عام فہم دلیل ہو جائے۔ اور اقرار آپ کے لئے وبال جان بنجائے۔ اس کے جواب کی دو ہی صورتیں آپ کے سامنے ہیں۔ یا آپ بلا خوف و بغیر حیلہ و بہانہ کے میری پیش کردہ حلف اٹھا کر ایکہزار روپیہ نقد بلا شرط واپسی معاوضہ لیکر میری تکذیب کر دیں۔ یا انکار کر کے راہ فرار لیکر اپنے نفاق پر مہر لگا کر میری تصدیق کریں۔ اس کے سوا کبھی اور طرف جانا یا اپنی طرف سے بھی کوئی شرط لگانا حلف پیش کردہ سے گریز اور پہلوتہی نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ نے اس مشتہر کو چھوڑ کر جس نے آپ کو دعوت حلف پر ایکہزار سکہ رائج الوقت عطا کرنے کا اشتہار دیا ہے۔ اس کے پیشوا اور مقتدا کو جو مخاطب کرنا چاہا ہے۔ تو کیوں؟ کیا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے آپکو ایک ہزار کی رقم بمعاوضہ حلف دینے کا اعلان کیا ہے۔ جو آپ نے ان کو جواب دیا ہے یا میں نے آپکو یہ معاوضہ دینا چاہا ہے؟ یہ بدیہی امر ہے کہ میں نے آپ کو دعوت حلف دی۔ اور میں ہی آپ کو ایکہزار اس کا معاوضہ دیتا ہے۔ پھر امیر المومنین امام المتقین خلیفۃ المسیح ثانی رضہ کو جواب کیسا؟

دوم۔ آپ نے اپنی طرف سے جو بصورت عدم نزول عذاب ہمارے اور ہمارے امام کے لئے توبہ کے اعلان کی شرط لگائی ہے۔ اس کا آپ کو کیا حق ہے؟ کیا آپ نے بھی کوئی رقم انعامی یا معاوضہ وغیرہ دینے کے لئے اشتہار دیا تھا۔ جس سے آپ کو بھی بالمقابل کوئی حق کسی شرط کے پیش کرنے کا حاصل ہو چکا ہے؟ یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کا کوئی اعلان ہمارے لئے کسی حلف پر معاوضہ وغیرہ دینے کا نہیں ہے۔ تو پھر آپ کو ہمارے اوپر کسی شرط کے واجب قرار دینے کا کیا حق ہے؟ اور طرفہ یہ کہ آپ اپنی شرط پیش کرنے کے انصافاً حقدار بنتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ "چونکہ آپ نے میری بربادی کے لئے ایک سال کی مدت لگائی ہے۔ اسلئے انصافاً میرا حق ہے کہ میں بھی آپ سے مندرجہ ذیل اقرار شایع کرنے کا تقاضا کروں جو وجوباً آپ کو ماننا چاہیئے" سبحان اللہ وبحمدہ۔

بریں افضلیت بباید گریست

شدت گرما سے فضیلت مآب کے حواس درست نہیں رہے۔ یا خوف حلف سے ہوش رفو چکر ہو گئے ہیں۔ جو ایسی بات ہماری طرف منسوب کرتے ہیں جس کا ہمارے اشتہار انعامی ایک ہزار میں بطور جملہ خبریہ کے ذکر تک نہیں۔ ورنہ امرتسری مکذب بتائے۔ کہ ہمارے اشتہار میں کس جگہ لکھا ہے۔ کہ ثناء اللہ ایک سال تک برباد ہو جائیگا۔ اور اگر بجہالت سے حلف کے اندر جو امرتسری کی زبان سے ایک سال تک درد و عذاب کی درخواست ہے اس سے یہ نکالا ہے۔ تو فضیلت کی لٹیا ہی ڈبو دی۔ امرتسری نادان کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ میعاد سال جو حلف میں لکھی گئی ہے۔ اس کی اپنی خواہش اور تحریر دستخطی کے مطابق لکھی ہے۔ جو اس نے تالیف کوٹلہ میں لکھ کر دی تھی۔ کہ نتیجہ حلف کے لئے میعاد ایک سال ہونی چاہیئے۔ ہم تو نہ کوئی عذاب معین کرتے ہیں نہ کوئی میعاد اپنی طرف سے لگاتے ہیں۔ میعاد آپ کی اپنی تحریر کے مطابق ہے۔ اور عذاب منجانب اللہ معین ہو گا ہم نے تو بلا کسی شرط کے حلف مندرجہ اشتہار انعامی ایک ہزار آپ کو دینی ہے۔ اور نتیجہ جو خدا کرتا ہے خواہ وہ عذاب نازل کرے یا نہ کرے ہمیں اس سے تعلق نہیں۔ اسی لئے تو ہم واپسی روپیہ کی کوئی شرط نہیں لگاتے۔ اگر ہماری طرف سے نزول عذاب بمیعاد ایک سال اس حلف کے نتیجہ میں بطور شرط قرار دیا جاتا۔ تو ہم اس طرح کرتے کہ اگر ایک سال کے اندر تم پر عذاب نازل ہو گیا۔ تو یہ ایک ہزار تم کو یا تمہارے ورثاء کو واپس دینا ہو گا۔ یا ایک سال تک یہ روپیہ امانت رہیگا کہ اگر عذاب نازل نہ ہوا۔ تو پھر تم کو امین یہ روپیہ دیدے۔ چونکہ ہماری طرف سے ایسی کوئی شرط ہی نہیں ہے بلکہ بلا شرط حلف اٹھاتے ہی ایک ہزار نقد آپ کو دیدینا ہے۔ اس لئے ہماری طرف کبھی میعاد یا نوعیت عذاب کا منسوب کرنا نادانی ہے۔ پس آپ کا کوئی حق انصافاً نہیں کہ ہم پر کسی تقاضا کا وجوب لازم کریں۔ کیا ہی عالمانہ جواب ہے۔ کہ چونکہ آپ نے مجھے حلف اٹھانے پر ایکہزار روپیہ معاوضہ دینا چاہا ہے۔ اسلئے انصافاً میرا حق ہے۔ کہ میں بھی کچھ زائد معاوضہ کا علاوہ ایکہزار روپیہ کے آپ سے تقاضا کروں۔ جو وجوباً آپ کو ماننا چاہیئے۔ کیوں نہ ہو امرتسری فاضل جو ایسا ہی تقاضا آپ ہم پر واجب کرتے ہیں۔ اس بھلے مانس کو اتنی بھی سمجھ نہیں۔ کہ جو شخص ایک ایسے حلف کا معاوضہ ایکہزار روپیہ دیتا ہے۔ جس حلف کو بلا معاوضہ اگر

سو بار بھی اگر کوئی حلف ہے تو ایک ہی ماہ کا فرق ہے کہ رہ جاتا ہے۔ تو کیا معاذ اللہ کہ حلف اٹھانیوالے کا بھی کوئی حق ہے۔ کہ آگے سے وہ یہ کہے کہ ہزار روپیہ کے علاوہ مجھے ایک مکان بھی ہبہ کر دو۔ اور اس کی رجسٹری بھی کرا دو کیونکہ میرا انصاف بھی حق ہے۔ تو ایسا شخص احمق نہیں تو کیا ہے؟ بہرحال امرتسری مکذب کے لئے بجز اسکے چارہ نہیں۔ کہ وہ یا تو حسب طریق مندرجہ اشتہار انعامی ایک ہزار بلا قید ہماری پیش کردہ حلف اٹھا کر ایک ہزار روپیہ لے لے یا انکار کر کے فرار کا ایک اور داغ اپنی پیشانی پر لگوا کر اپنے نفاق پر گواہ بنجائے۔ اس کے علاوہ ہمارے مقابلہ میں اس کا کوئی حق نہیں۔

البتہ ایک طرح سے ہم امرتسری مکذب کو بھی انصاف کا حقدار بنا دیتے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اگر وہ ہم سے بالمقابل اعلان توبہ کی شرط منوانا چاہتا ہے۔ تو ہم یہ مانتے ہوئے جھوٹے کو گھر تک پہنچا دیتے ہیں۔ جو بصورت حلف نہیں۔ بلکہ بصورت مباہلہ ہو سکتی ہے کہ وہ حسب آیۃ مباہلہ ہم سے مباہلہ کرے۔ اور یہ وہی تیغ مباہلہ ہے۔ جس کو مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے ہمیشہ ہی ٹالتا رہا ہے۔ اور اس کے بعد حضور علیہ السلام کے خدام کے مقابلہ میں فرار برقرار کرتا رہا۔ جیسا کہ ۲۵ اکابرین سلسلہ کے دستخطوں سے قادیانی غیر احمدیوں کے جلسہ میں ہم نے اسکو اور دیگر غیر احمدی مولویوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا جس کو وہ آج تک زبان پر لانے سے گھبراتا ہے۔ اور پھر ۱۹ اپریل کو مناظرہ مالیر کوٹلہ میں اسکو للکارا۔ مگر اسکو سانپ سونگھ گیا۔ اور ادھر منہ بھی نہ کیا۔ آج پھر بھی شرح صورت اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے ساتھ مباہلہ کرے۔ اور اگر اس کو خواہش ہو۔ تو یہ شرط کر دے کہ ہر دو فریق کے مباہلوں کی ایک جماعت فریق مخالف کے لیڈر کو یہ لکھ کر دیدے۔ کہ اگر اس میعاد کے اندر فریق مخالف پر عذاب نہ آیا۔ تو ہم توبہ کر لینگے۔ اور دوسرے فریق کے مذہب میں داخل ہو جاوینگے۔ جسقدر آدمی مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے یہ بات لکھ دینگے کہ اگر اس مباہلہ کے نتیجہ میں لعنت اللہ علی الکاذبین کے مضمون کے مطابق احمدی مباہلہ کرنیوالوں پر ایک سال کے اندر عذاب نہ آیا۔ تو ہم توبہ کر کے احمدیت میں داخل ہو جاوینگے اسی قدر آدمی ہماری طرف سے لکھ دینگے کہ اگر مولوی ثناء اللہ اور اسکے مباہلہ کرنیوالے ساتھیوں پر لعنت اللہ علی الکاذبین کے مطابق ایک سال میں عذاب نہ آیا۔ تو ہم احمدیت سے توبہ کر لینگے۔

لو اب تو ہم نے آپکی خواہش اور شرط بھی مان لی۔ اب تیار ہو جاؤ۔ اور بذریعہ اپنے اخبار اہلحدیث اور اشتہار کے نام معہ مفصل پتہ کے شایع کر دو۔ اور پھر تاریخ مباہلہ اور مقام مباہلہ بتراضی فریقین مقرر کر دیا جائیگا۔ آپکی طرف سے الفاظ مباہلہ وہی ہونگے۔ جو اشتہار انعامی ایکہزار میں حلف کے لئے درج ہیں۔ اور ہمارے لئے جو الفاظ آپ ہمارے اعتقاد کے متعلق مقرر کریں۔ ہم ان الفاظ میں دعا کرینگے۔ آیندہ سلسلہ خطاب اپنے دیرینہ خدمت گذار ایڈیٹر فاروق سے ہی رکھیں۔ جو صحیح طور پر آپ کا مخاطب ہے۔ جس نے آپ کو بعد وفات مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ دعوت پر دعوت دی ہے۔ پیچھا چھڑانے کے لئے ہمارے امام و مقتدا کی طرف بڑے سخن نہ کریں۔ نہ آپ کسی جماعت کے امام ہیں۔ نہ آپ کی شخصیت اتنی بڑی ہے کہ مجھ سے سنبھالی نہ جاسکے ؎

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندۂ بارگاہ سلطانیم

لہذا میں اور آپ ہی نپٹ لینگے۔ اور انشاء اللہ میں آپکی ہر طرح اور ہر وقت ہر تمنا اور خواہش پوری کرنے کو بدل و جان آمادہ ہوں۔ اگر مجھ سے آپکی ناز برداری نہ ہو سکے۔ تو پھر آپ دوسری جانب جھکیں۔ اور خود امیر پر برسنے کا شوق ہو تو جواب لکھا کریں۔ اور باقی جو کوٹھ شاہی فضول تحریریں آپ نے مغالطہ اور جہالت سے سمجھنے کیلئے پیش کی ہیں۔ ان کا جواب علیحدہ حاضر خدمت کرونگا منتظر رہیں۔

خاکسار

قاسم علی ایڈیٹر فاروق قادیان

اسماء سکرٹریان تبلیغ

نئی تحریک کے ماتحت سکرٹریان تبلیغ مقرر کئے گئے ہیں جن کا فرض ہے کہ وہ اشاعت احمدیت کیلئے بعد تبلیغ وسعی موفور کرتے رہیں۔ مندرجہ ذیل فہرست میں آپ ان احباب کے اسماء گرامی پڑھینگے۔ جنھوں نے یہ فرض اہم اپنے ذمہ ہمت پر لیا ہے اللہ تعالیٰ انکی ہمتوں میں استقلال اور کاموں میں برکت نازل کرے۔

(۱) بابو فضل محمد خان صاحب انبالہ چھاؤنی (۲) میاں محمد دین صاحب تلونڈی کھجور والی (۳) میاں سلطان علی صاحب ریکھیر دہنجی (۴) میاں نبی بخش صاحب اجمیر (۵) میاں شیر محمد صاحب سیرنٹ بیج ضلع ہوشیارپور (۶) مولوی انوار حسین خان صاحب شاہ آباد (۷) مولوی صدر الدین صاحب کوہاٹ (۸) منشی سلطان عالم صاحب گوجرانوالہ ضلع گجرات (۹) میاں عبد اللہ صاحب نوشہرہ (۱۰) ماسٹر قادر بخش صاحب لدھیانہ (۱۱) مستری الہ بخش صاحب امرتسر (۱۲) مولوی غلام نبی صاحب اودھووال (۱۳) حکیم شریف الدین صاحب دودا (۱۴) میاں محمد مراد صاحب پنڈی بھٹیاں (۱۵) چودہری غلام احمد صاحب کریام (۱۶) منشی محمد حسین صاحب سنور (۱۷) مولوی محمد عبد العزیز صاحب کھیبنی۔ شرقپور (۱۸) بابو اقبال محمد خان صاحب آگرہ (۱۹) میاں حامد حسین صاحب میرٹھ (۲۰) مولوی سراج الحق صاحب پٹیالہ (۲۱) مولوی محمد اعظم صاحب تھہ غلام نبی (۲۲) حکیم عطار ربی صاحب ڈلہ (۲۳) بابو صادق علی صاحب ڈیرہ دون (۲۴) مسٹر عبد اللہ صاحب علی گڈھ (۲۵) چودہری نور الدین صاحب چک نمبر ۹ ضلع منٹگمری۔

بابو فضل محمد خان صاحب انبالہ۔ مولوی غلام نبی صاحب اودھووال۔ میاں محمد مراد صاحب پنڈی بھٹیاں اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر بخشے۔

میں امید کرتا ہوں کہ باقی مقامات کے احباب بھی اس طرف توجہ فرمائینگے تاکہ میں بہت جلد سکرٹریان تبلیغ کی دوسری فہرست شائع کرنے کے قابل ہو سکوں۔

ناظر تالیف و اشاعت قادیان

مولوی ثناء اللہ کے منگھڑت جھوٹ

(۲)

دوسرا کذب جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی طرف منسوب کیا ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ پہلے مولوی صاحب پرچہ اہلحدیث مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۲۱ء کے صفحہ ۲ پر تذکرۃ الشہادتین کی مندرجہ ذیل عبارت اس طرح نقل کرتے ہیں:-

"اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی"
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۶)

اور اس کے بعد احمدیوں سے ان الفاظ میں مخاطب ہوتے ہیں:-

"یہ احادیث جن کا تمہارے حضرت اقدس نے یہاں حوالہ دیا ہے۔ کس کتاب میں ہیں"

ممکن ہے کہ ناظرین مولوی ثناء اللہ صاحب کا مطلب اچھی طرح نہ سمجھے ہوں۔ اسلئے میں مذکورہ بالا عبارت کی توضیح و تشریح بھی مولوی صاحب کے ہی الفاظ میں کر دیتا ہوں۔ مولوی صاحب اپنے مطلب کی توضیح و تشریح اہلحدیث مورخہ ۱۸- اپریل ۱۹۲۱ء میں ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"یعنی یہ کسی حدیث میں دکھاؤ کہ واقعہ صلیب (جو بقول یہود و نصاریٰ اور حسب اعتراف مرزا راز حقیقت صفحہ ۳) جو حضرت مسیح کو ۳۳ سالہ عمر میں پیش آیا تھا۔ اس کے بعد ۱۲۰ سال عمر حضرت ممدوح نے پائی۔

پھر اسی اخبار میں لکھتے ہیں:-

یہ راز حقیقت کو ہماری پیش کردہ عبارت مندرجہ اہلحدیث ۱۱ مارچ سے ملا کر دیکھو تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ (بقول مرزا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ساری عمر ۱۵۳ سال تھی۔ اس ۱۵۳ سال کے ثبوت کا ہم نے مطالبہ کیا تھا"

مولوی صاحب کی مختلف عبارتوں کا لب لباب یہی نکلا کہ حضرت مرزا صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ واقعہ صلیبی حضرت عیسیٰ کو ۳۳ سالہ عمر میں پیش آیا تھا۔ اور باوجود اس اعتراف کے تذکرۃ الشہادتین میں حضرت مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ "اس واقعہ کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ۱۲۰ برس عمر پائی" صاف دلالت کرتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب یہاں پر کسی ایسی حدیث کا ذکر کر رہے ہیں۔ کہ جس میں حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۵۳ سال قرار دی گئی ہے۔ اس کے متعلق مولوی صاحب کا مطالبہ ہے۔ کہ مجھے اس حدیث کا پتہ دیا جائے کہ جس میں حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۵۳ سال بتلائی گئی ہو۔

مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں حضرت عیسےٰ کی عمر باختلاف روایات کہیں ۱۲۰ برس لکھی ہے۔ اور کہیں ۱۲۵ برس۔ لیکن کسی کتاب میں بھی آپ نے حضرت عیسیٰ کی عمر بحوالہ حدیث ۱۵۳ سال نہیں بیان کی۔ ثناء اللہ صاحب جن کو مسیح موعود کی کتابوں سے واقف ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور جنھوں نے لکھا ہے:-

"بفضلہ تعالیٰ مدعی کے ہی گھاتے سے ہم اتنے واقف ہیں کہ ہم کو کسی اور گواہ کی حاجت نہیں۔ اور نہ کبھی ہوئی۔ بلکہ نہ ہو گی۔ انشاء اللہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا جی کے مرید مرزائی ملفوظات کو ہم سے زیادہ نہ جانتے ہونگے"

(اہلحدیث مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۲۱ء)

پھر نہ معلوم یہ ۱۵۳ سالہ حدیث کا حوالہ مولوی صاحب نے مسیح موعود کی کس کتاب میں پڑھا ہے کہ جس کی بناء پر یہاں ۱۵۳ سالہ عمر کا مفہوم نکال رہے ہیں۔ بہتر ہوتا۔ کہ پہلے ان کتابوں کو کسی احمدی سے پڑھ لیتے۔

اگر مولوی صاحب کہیں کہ یہ ۱۵۳ برس عمر والا مفہوم خود حضرت مرزا صاحب کی عبارت سے واضح ہے۔ تو اس کے جواب میں مولوی صاحب یاد رکھیں کہ یہ غلط مفہوم ہرگز عبارت مذکورہ بالا سے نہیں نکل سکتا۔ ہاں اس صورت میں نکل سکتا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود کا تذکرۃ الشہادتین والا فقرہ یوں ہوتا

"اور احادیث میں آیا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ ابن مریم نے ۱۲۰ برس اور عمر پائی۔ لیکن جبکہ آپ کی عبارت میں لفظ "اور" نہیں۔ تو اس سے ۱۵۳ برس عمر کا مفہوم نکالنا بناء فاسد علی الفاسد ہے۔

رہا یہ کہ حدیث مذکور بیان کرتے ہوئے "اس واقعہ کے بعد" سے کیا مراد ہے۔ یاد رہے کہ یہ الفاظ حضرت مسیح موعود نے ایک وہم کے ازالہ کی غرض سے استعمال کئے ہیں۔ ممکن تھا کہ بعض لوگ حضرت عیسیٰ کی ۱۲۰ برس عمر والی حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہدیتے۔ کہ اس واقعہ کے وقت حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰ برس کی تھی۔ اور بعد میں وہ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ چنانچہ بعض غیر احمدی حضرات نے حدیث مذکور کے متعلق یہ لکھ بھی دیا ہے۔ دیکھو صحیفہ رحمانیہ عدہ صفحہ ۲۷۔

"جس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۲۰ برس کی تھی۔ بعد نزول جو عمر آپ کی ہو گی۔ وہ اسمیں محسوب نہیں ہے"

پس ضرور تھا کہ مسیح موعود حدیث مذکور بیان کرتے ہوئے اس وہم کا ازالہ بھی کر دیتے۔ جسے آخر ایک نہ ایک روز ظاہر ہونا تھا۔

بالآخر ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کے سمجھانے کے لئے (کہ حضرت عیسےٰ کی کل عمر ۱۲۰ برس ہوئی تھی۔ اور واقعہ صلیبی درمیان کا واقعہ ہے۔ اور مسیح موعود کے تذکرۃ الشہادتین والے فقرہ کا وہ مطلب نہیں۔ جیسا کہ مولوی صاحب سمجھے ہیں) حضرت مسیح موعود کی ہی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور بتلاتے ہیں کہ مولوی صاحب کو ایک احمدی اُستاد کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ مسیح موعود کی عبارتوں کو صحیح طور پر سمجھ سکیں۔

حضرت مسیح موعود اپنی کتاب راز حقیقت میں یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۱۲۰ برس کی عمر ہوئی تھی۔ لیکن تمام یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت

پیش آیا تھا۔ جبکہ حضرت ممدوح کی عمر صرف ۳۳ برس کی تھی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہ تعالیٰ نجات پاکر باقی عمر سیاحت میں گذاری تھی (حاشیہ راز حقیقت صہ)

حوالہ مذکورہ بالا پڑھکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ باقی عمر سے واقعہ صلیبی کے بعد کے ۸۷ سال مراد ہیں جو ۱۲۰ برس پورا کرتے ہیں۔ نہ کہ صلیب کے بعد ۱۲۰ برس جیسا کہ مولوی صاحب نے خود غلط سمجھا ہے یا دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھا ہے۔

محمد بہاءالدین خان از دفتر تالیف و اشاعت قادیان

کشتۂ امرتسری کا نرالا منطق

میں نے الفضل میں ان لوگوں کو جو قادیان سے ناکام واپس جاکر یہ افواہ اڑا رہے ہیں۔ کہ ۳۰-۳۵ احمدیت سے مرتد ہوئے۔ یہ چیلنج دیا تھا۔ کہ ایسے اصحاب کی ایک فہرست شائع کریں جس میں ان کا نام اور پتہ درج ہو پھر یہ ثابت کیا جائے۔ کہ وہ پہلے احمدی تھے باقاعدہ چندہ دیتے۔ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز قطعی حرام سمجھتے۔ اس کے جواب میں منشی مولا بخش صاحب کشتہ ایڈیٹر استقلال رقمطراز ہیں کہ:۔

"اپنے تمام رجسٹر ۲ دن کے اندر اندر میرے پاس بھیج دیجئے۔ اور حلفیہ بیان دیجئے کہ کوئی رجسٹر باقی نہیں رکھا گیا۔ میں ان کا چندہ دینا ثابت کر دوں گا۔ جب چندہ دینا ثابت ہو گیا تو باقی باتیں خود ہی ثابت ہو جائیں گی۔"

میں بار بار ان فقرات کو پڑھتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں کہ میرے دوست کشتہ کو کیا ہو گیا۔ وہ کیوں اس قدر بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ جن کو پڑھکر مجھے سخت شرم آرہی ہے۔

حضرت! پہلے آپ نام اور پتہ تو تیس پینتیس بلکہ چالیس آدمی کا شائع فرمائیے۔ جو غیر احمدیوں کے جلسہ کے موقعہ پر احمدیت سے تائب ہوئے۔ اس کے بعد اگر شک ہوا۔ تو دیگر امور کا ثبوت بھی دے لینا جب اتنے آدمی ہی آپ پیش نہیں کر سکتے۔ تو چندہ اور نماز پر گفتگو کی نوبت ہی کب آئیگی۔ پھر ایک نہایت نامعقول مطالبہ ہے۔ کہ صدر انجمن جو ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ اس کے تمام رجسٹر غالباً بیس بیس سال کے آپکی خدمت میں پیش کئے جائیں۔ اور آپ نہایت اطمینان سے اپنے فارغ اوقات میں ان کا ملاحظہ فرماویں۔ اور اتنا عرصہ انجمن کے تمام کاروبار بند کر دئے جائیں۔ کیونکہ رجسٹر تو آپ کے پاس ہونگے ملازمین بیچارے دفتر میں بیٹھے کیا کرینگے۔ پہلے تو سنتے آئے تھے کہ بار ثبوت بذمہ مدعی ہوتا ہے مگر اب سودیشی عدالتوں کا ادارہ ہے۔ اور اس کا پہلا نمونہ حسب الارشاد گاندھی صاحب بفتویٰ مولوی ثناء اللہ صاحب یہ قرار پایا ہے۔ کہ ثبوت مدعا علیہ پر۔ علاوہ صاف بات ہے جو شخص آپ پیش کرینگے۔ اس کی نسبت ہم اعتراض کرینگے کہ یہ چندہ نہیں دیتا تھا۔ تو آپ صدر انجمن کی رسید پیش کر سکتے ہیں۔ جو بر دستی یا بذریعہ ڈاک رقم پر دی جاتی ہے۔ ہمارے رجسٹر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر ضرورت ہوئی۔ تو پھر ایسی ضرورت پیش آنے پر آپ کے لئے سہولت بہم پہنچادی جائیگی۔ فی الحال آپ صرف نام اور پتہ ہی شائع کریں۔ جو احمدیت سے غیر احمدیوں کے جلسہ کے موقعہ پر قادیان میں احمدیت سے مرتد ہوئے۔ ورنہ بہتر ہے۔ کہ آپ خاموش رہیں۔ پہلے ہی بہت فضیحت ہو چکی ہے۔ اب اس سے زیادہ آپ اپنی پردہ دری کرا کے مجھے شرمسار نہ کیجئے۔

افسوس ہمارے مخالفین میں حق طلبی کا مادہ نہیں رہا ورنہ وہ ہمارے مقابلہ میں اس قدر دلیری اور جرأت سے جھوٹ بولیں۔ اور پھر اس پر اس طرح مصر رہ ہوں۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ حق کا مقابلہ کر سکیں گے۔

اکمل قادیان

ایک ضروری درخواست

سب سے پہلے تو میں اپنی محترم اور مکرم بہنوں اور قابل احترام بھائیوں کی خدمت میں عرض گذار ہوں کہ یہ ناچیز جو کہ ایک سال کے عرصہ سے بیمار ہے۔ اب یادہ تر بیمار ہو گئی۔ ہر دو لاتوں میں ایسا سخت درد ہے۔ کہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئی ہوں۔ رمضان شریف کے بابرکت مہینہ میں میری صحت کے لئے بہت بہت دعائیں فرمائی جاویں کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز گنہگار کو صحت کامل بخشے۔ نیز میں نے نذر مانی ہے۔ کہ زنانہ ہسپتال کے لئے چندہ احمدیہ مستورات سے وصول کر کے میں پیش کروں۔ سو میری مخلص بہنیں اپنی اس قومی خدمت اور مفید تحریک پر لبیک کہیں۔ اور میری مرضی ہے کہ سب میری بعض عزیز بہنیں جن کو نام بنام تحریک کرتی ہوں۔ وہ اپنے اپنے علاقہ کی مستورات سے چندہ وصول کر کے دفتر محاسب صدر انجمن میں بھجوا دیں اور مجھے ضرور اطلاع دیں تاکہ میں اخبار الفضل میں ایسی بہنوں کا شکریہ ادا کر سکوں۔ اور اس طرح تحریک بھی ہو گی اور ہر ایک چندہ دینے والی بہن کو رسید بھی مل رہیگی۔ اگلے اخبار میں اپیل چندہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی بہنوں نے پڑھی ہو گی۔ سو میں اسپر پُرزور اور باقاعدہ کام کرنا چاہتی ہوں اور اپنی مفصلہ ذیل مکرمہ بہنوں کو اسپر توجہ دلاتی ہوں۔ کہ میری بہنیں کمربستہ ہو کر یہ کام کرینگی۔ الا ماشاء اللہ سب سے پہلے معزز مکرمہ بہن اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب ضلع دار جھنگ سے پھر بہت و اہلیہ صاحبہ سردار امام بخش خان کوٹ قیصرانی و اہلیہ پہلوان صاحب لاہور سے و اہلیہ مستری اللہ بخش صاحب امرتسر سے ہماری اخلاص مند سلمہ بیگم حیدر آباد دکن سے وسیٹھانی صاحبہ عبداللہ الہ دین سکندر آباد سے دہلی اور دل جان سراج بیگم لاہور سے۔ گجرات۔ راولپنڈی۔ سیالکوٹ۔ فیروزپور کی بہنیں ہندوستانی بہنیں اور عائشہ بیگم ایوب احمد فونیقیہ سے۔ اسی طرح بعض مخلص بہنیں ہیں۔ جن کے نام سے میں واقف نہیں مگر میری اخلاص مند ہیں وہ سب کوشش کریں اور چندہ کر کے ... بھجوائیں تاکہ ہم بھی ثواب کے وارث بنیں۔ اللہ تعالیٰ ... میرے ان چند لفظوں میں اثر ڈالے۔ اور میرا یہ لکھنا محترم بہنوں کی سرفروئی کا باعث ہو۔ والسلام۔ بہنوں کی خیرخواہ عاجز سکینۃ النساء از قادیان

احمدی مستورات اور دینی خدمات

میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے ۱۴ اپریل کے اخبار الفضل میں دیکھا کہ لاہور کی مستورات نے ایک جلسہ فراہمی چندہ کیلئے مسجد کیا۔ اور مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے نہایت پراثر تقریر میں پیش آنے والی ضروریات سلسلہ سے آگاہ فرمایا۔ پھر امرتسر، گجرات وغیرہ مقامات میں بھی احمدی خواتین چندہ جمع کر رہی ہیں۔

میری معزز بہنو! ہمارے پیارے مسیح اکرام ہمیں سمجھانے تشریف لائے تھے۔ کہ قرآن کو جو کہ ہماری نالائقیوں کی بدولت ثریا پر چلا گیا تھا۔ واپس لائیں۔ اور انکی بعثت کی غرض اولی قرآن کریم کی پاک تعلیم پر عمل کرنا اور کروانا ہی تھا۔ سو پیاری بہنو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ والذین استجابوا لربھم و اقاموا الصلوٰۃ و امرھم شوریٰ بینھم و مما رزقنٰھم ینفقون۔ حقیقی مومن کون ہیں اس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ مبارکہ میں فرمائی ہے۔ کہ جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور ان کے جتنے کام ہیں آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دے رکھا ہے وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں گویا اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن بننے کے لئے چار باتیں بتائی ہیں (۱) خدا وند کریم کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کرنا (۲) نماز پڑھنا (۳) جو کام کرنا آپس کے صلاح مشورہ سے کرنا (۴) جو کچھ خدا نے دے رکھا ہے راہ خدا میں خرچ کرنا۔ یہ چاروں امور ہماری باقاعدہ انجمنیں قائم ہونے سے پوری ہو سکتی ہیں ایک دفعہ جلسہ کرنا سود مند نہیں ہو سکتا۔ جب تک باقاعدہ جلسے کر کے چندے کی وصولی کا اہتمام نہ کیا جائے۔

ہر جگہ کی مستورات کا ہفتہ وار یا ماہوار ایک جلسہ ہونا چاہیئے۔ جسمیں قومی ضروریات کی آگاہی ہو جایا کرے۔ عورتوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایثار کا مادہ موجود ہے۔ اگر ان کو قومی اور دینی ضروریات سے پورے طور پر آگاہی ہوتی رہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ مردوں کی طرح اپنا استقلال سخاوت اور قربانی کا نمونہ نہ دکھا سکیں۔

جھنگ گھیانہ کی غریب جماعت کی مستورات چندے باقاعدہ ماہانہ ادا کرتی ہیں اور قریباً ہر ماہ دو تین بار جمع ہو کر تبادلہ خیالات کر کے قومی ضروریات سے آگاہی حاصل کرتی رہتی ہیں۔ راقمہ عاجزہ اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب ملازم نہر جھنگ گھیانہ

وفات مسیحؑ

پرچہ اہلسنت مطبوعہ ۱۲ مئی سنہ ۱۹۲۱ء میں ایک مضمون بعنوان "ایک آریہ صاحب کے سوالات اور اس کے جوابات" شائع ہوا ہے۔ نامہ نگار نے سوال "خدا کل مذہبوں کا ایک ہے یا الگ الگ" کا جواب دیتے ہوئے تحریر کیا ہے :-

"اس معبود حقیقی کے سوائے دوسرے کو ماننے والا مشرک و کافر کہلاتا ہے۔ اللہ کا یعنی قرآن شریف اُسی کے اوصاف اور اسکی عبادت کرنا بتلاتا ہے اور دیوتا یا فرشتوں وغیرہ کی پرستش سے نفرت دلاتا ہے۔ اس کا ذکر بہت سی مواضع پر موجود ہے۔ صرف بوجہ خوف طوالت صرف دو حوالے درج کئے جاتے ہیں۔ جنمیں مشرکوں کی سزا اور ان کے معبودوں کی حقیقت دکھلائی ہے۔ انہ من یشرک باللّٰہ فقد حرم اللّٰہ علیہ الجنۃ و ماوٰہ النار و ما للظالمین من انصار۔ یعنی جو کوئی اللہ کے سوا شریک کرے۔ تو اللہ جنت کو اس پر حرام کر چکا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ظالموں (یعنی مشرکوں) کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (پارہ ششم سورہ مائدہ ع ۱۰) دوسری جگہ ارشاد ہے جو کہ مشرکوں کے معبودوں کی حقیقت دکھلائی گئی ہے۔ والذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئًا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔ یعنی اور جن معبودوں کو یہ شریک اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتے۔ بلکہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اسیطرح یہ کہ مرتے ہیں۔ ان میں جان نہیں۔ اور انکو یہ بھی خبر نہیں۔ کہ کب اٹھائے جاوینگے (پارہ ۱۴ سورہ نحل ع ۲)"

میں پوچھتا ہوں جس طرح معبودان باطلہ کو اس آیت کی رو سے مردہ قرار دیا جاتا ہے۔ کیا اسی آیت کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کو مردہ قرار نہیں دیا جا سکتا! جبکہ انکی نسبت قرآن مجید میں صریح طور پر وارد ہے۔ کہ لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم (سورہ مائدہ ع ۱۰) اور لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلثۃ (سورہ مائدہ ع ۱۰) کہ جو لوگ مسیح کو خدا یا اقنوم تثلیث فی التوحید کے قائل ہیں وہ کافر ہیں مسیح ناصری کو بھی معبود من دون اللہ مانا جاتا ہے۔ پس بذریعہ شکل اول ان دو نو آیات کے ملانے سے نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور شکل اول اسطرح ہے:-

صغریٰ:- مسیح علیہ السلام معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں۔

کبریٰ:- اور جس قدر معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں وہ مُردے ہیں۔ انمیں جان نہیں۔ اور انکو معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جاوینگے۔

نتیجہ:- یہ نکلا کہ مسیح علیہ السلام مُردے ہیں انمیں جان نہیں اور انکو معلوم نہیں کہ کب اُٹھائے جاوینگے۔

صغریٰ اور کبریٰ مسلم فریقین ہیں۔ اسلئے نتیجہ بھی صحیح ہے کیا اہل سنت اسکو تسلیم کریگا۔

جلال الدین شمس مولوی فاضل (سیکھوانی)

النظر

رسالہ وفات عیسیٰ

میں نے کتاب مذکور کو اول سے آخر تک پڑھا ہے۔ اپنے اختصار اور سادگی تحریر کے لحاظ سے مجھے پسند آئی ہے۔ اسوقت بعض سکرٹریان تبلیغ جو نظارت تالیف و اشاعت کے انتظام کے ماتحت مقرر ہوئے ہیں۔ اس قسم کے رسالے مانگ رہے ہیں۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ میں ان کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک کتاب لکھوں۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ کتاب تیار ہو سکے۔ احباب مکرمی ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی اے کی کتاب سے بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

اس کتاب میں تین غلطیاں ہیں :-

(۱) صفحہ ۳۱ پر۔ امام مالک کی بجائے ممالک لکھا ہے۔
(۲) صفحہ ۳۲ پر۔ حوالہ نمبر ۵ کے نقل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو عیسائیوں کی روایت ہے۔
(۳) اسی صفحہ پر حوالہ نمبر ۸ میں حقیقۃ الموت کی بجائے حقیقۃ الموت چاہیئے۔

جو سکرٹری صاحبان تبلیغ اس رسالے کو لینا چاہیں وہ مجھے لکھیں میں کوشش کرونگا کہ بجائے ۲/ کے کم قیمت پر انکو دلوا دوں

ناظر تالیف و اشاعت قادیان

از محکمہ صاحب جج مرکار ریاست مالیرکوٹلہ

اشتہار زیر آرڈر ۵ ضابطہ عہ ۲ ضابطہ دیوانی

دیویدیال ولد دونی مل قوم مہاجن سکنہ موضع ملود علاقہ انگریزی بمخاری ویسراج ولد درگا داس مدعی

ہرنام سنگھ ولد سجن سنگھ جٹ سکنہ موضع احمد پور۔ پرگنہ احمد پور علاقہ ریاست مالیرکوٹلہ مدعا علیہ

دعویٰ دلاپانے ۵ صہ زمیندار

مقدمہ مندرجہ عنوان میں ہرنام سنگھ مدعا علیہ پر اب تک تعمیل سمن نہیں ہوئی۔ اور رپورٹ تعمیل کنندہ سے پایا جاتا ہے کہ مدعا علیہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اور مفقود الخبر ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے کہ تاریخ پیشی ۱۳ جون اصالتاً یا وکالتاً مدعا علیہ حاضر عدالت ہو کر جوابدہی مقدمہ کرے ورنہ اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آئیگی۔

دستخط ۲۹ مئی ۱۹۲۱ء

(محمد نواب خان ثاقب)

اعلان

کھیوڑہ سالٹ مائن کیواسطے ایک سرویئر کی ضرورت ہے جو تھیوڈولائٹ ڈرائنگ اور ایسٹیمیٹ وغیرہ بخوبی جانتا ہو امیدوار ۲۵ سالہ عمر کے قریب ہو۔ ملازمت پنشن ایبل ہے تنخواہ پچاس سے ۱۲۰ روپیہ تک کا سکیم ہے ۵۰-۲۵۰-۵-۸۰ تک عنقریب ہو جائیگی۔ امیدوار ذیل پتہ پر مجھ سے خط و کتابت کریں۔ قاضی عبدالمجید سرویئر انسپکٹر کھیوڑہ سالٹ مائن کھیوڑہ۔ ضلع جہلم

ناظر امور عامہ قادیان

امرتسری مکذب کو جواب

اس عنوان سے ثناء اللہ کے متعلق جو مضمون شائع ہوا ہے وہ بطور اشتہار علیحدہ بھی چھاپا گیا ہے۔ جسے احباب ۴ صہ

ہندوستان کی خبریں

حکومت ہند اور علی برادران ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ حکومت ہند نے ۶ مئی کو فیصلہ کیا تھا کہ مسٹر شوکت علی اور مسٹر محمد علی پر ان تقریروں کی بنا پر مقدمہ دائر کیا جائے۔ جو انھوں نے گذشتہ چند ماہ کے عرصہ میں صوبجات متحدہ میں کی تھیں یہ تقریریں حکومت کے خیال میں لوگوں کو فساد پر آمادہ کرنیوالی تھیں۔

جب حکومت استغاثہ دائر کرنے کا فیصلہ کر چکی تو اُسے یقین دلایا گیا کہ اس کا مقصد بغیر عدالت میں چارہ جوئی کرنے کے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلئے حکومت نے اسکو التوا میں ڈال دیا۔

اب حکومت نے مسٹر محمد علی اور مسٹر شوکت علی کے بیان کے شائع ہونے پر دوبارہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ ان تقریروں کے متعلق اسوقت تک کوئی استغاثہ دائر نہ کریگی۔ جب تک یہ دونوں اصحاب اپنے قول و اقرار پر قائم رہینگے۔

ہاں اگر کوئی وعدہ خلافی کی گئی۔ تو حکومت ہند اسبات کی مجاز ہوگی۔ کہ ان کو ان کی سابقہ تقریروں کی بنا پر گرفتار کرلے۔

وائسرائے کے ڈنر میں مسٹر شفیع ہمعصر ہمدم اس خبر کا ذمہ وار ہے کہ ایک ہفتہ سے زائد عرصہ ہوا۔ وائسرائے نے شملہ میں جو دعوت دی تھی۔ اس میں میاں محمد شفیع کے ساتھ مسز شفیع بھی رونق افروز دعوت ہوئی تھیں۔

لنکا میں بارش کی خوشخبری کولمبو۔ ۳۰ مئی موسم کا حال معمولی ہے۔ برساتی ہوا (مون سون) نہایت تیز ہے۔ ہفتہ گذشتہ میں خوب بارش ہونے سے ندیوں میں سیلاب سا معلوم ہوتا ہے۔ ایک وسیع علاقہ سیراب ہو گیا ہے وادی کولمبو کی طرف بادل بڑھ رہے ہیں۔

سب اسسٹنٹ سرجنوں کی بھی قدر ہونے لگی مدراس ۲۴ مئی آل انڈیا سب اسسٹنٹ سرجنوں کی ایسوسی ایشن کی پراونشل کانفرنس کے صدر میجر گرے نے دوران تقریر میں کہا کہ سب اسسٹنٹ سرجنوں کی کل تعداد کے ۱۵ فیصدی کو دس سال کی خدمت کے بعد اسسٹنٹ سرجن بنایا جائیگا۔

سرحدی قبائل کی آپس میں جنگ پشاور ۲۷ مئی۔ ۱۷ مئی کو کہرد تی اور سنگالی میں سرحد کرم پر جنگ ہوئی۔ سنگالیوں کی چند بکریاں برطانوی سرحد کے نزدیک چر رہی تھیں۔ کہرد تی ان کو ہانک کر لے گئے۔ تو سنگالیوں نے گولیاں چلانی شروع کیں گولیوں کی آواز سنکر بہت سے قبیلے اکٹھے ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک کہرد تی اور ایک افغان سپاہی مارے گئے

وزیر ہند کو نالش کا نوٹس ایک بنگالی خاتون ریل میں سفر کر رہی تھی۔ منزل مقصود پر پہنچ کر جب وہ ٹرین سے اترنے لگی۔ تو گارڈ نے سیٹی دیدی۔ اور ریل چل دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معہ اپنے بچہ کے پلیٹ فارم پر گر پڑی۔ اور اس کے کئی جگہ چوٹ آگئی۔ اب اس نے وزیر ہند کو نالش کا نوٹس دیا ہے۔

ڈائر اور اوڈوائر کی پنشن بند بمبئی کرانیکل کا خاص نامہ نگار کسی لیڈر کی ملاقات کے بارہ میں لکھتا ہے۔ کہ وائسرائے کی دعوت پر مسٹر گاندھی نے حامیان ترک موالات کے جملہ مطالبات پیش کر دیئے ہیں۔ اور انکو اگزیکٹو کونسل کی رائے کے ساتھ وائسرائے نے کابینہ برطانیہ کے پاس بھیجدیا ہے۔ اغلب ہے کہ پنجاب کے تعلق میں تمام اسیران مارشل لاء رہا کر دیئے جائینگے۔ اور ڈائر اور اوڈوائر کی پنشنیں بند کر دی جائینگی۔

بارش کی توقعات بارش کے متعلق امید افزا خبریں چلی آرہی ہیں۔ اور توقع ہے کہ جلد بارش شروع ہو جائیگی۔ شملہ پر شدید گرمی کے بعد ۳۰ مئی سے قبل کی شب میں خوب بارش ہوئی۔ اور شملہ کے جنگلات میں جو روزانہ آتشزدگیاں ہوتی تھیں۔ ان کا انسداد ہو گیا۔

آئندہ بقرعید اور صوبہ بہار پٹنہ میں ہندو مسلمانوں کا ایک جلسہ ۲۹ مئی کو ہوا جس میں ریزولیوشن منظور کیا گیا کہ ہندو مسلمانوں کا ایک ثالثی کمیٹی بورڈ مقرر کیا جائے جو آئندہ بقرعید کے متعلق ہندو مسلم اختلافات کا فیصلہ

لکھنؤ میں بندر کا جنازہ

لکھنؤ ذرا عرصہ ہوا شہر ہی میں ایک لنگور مر گیا تھا جس کا نہایت شاندار جنازہ شہر کی والوں نے اٹھایا تھا۔ حال میں ایک بندر اودھ روہیل کھنڈ ریلوے کے ورکشاپ میں بجلی کے تار سے ہلاک ہو گیا تھا۔ ورکشاپ کے آدمیوں نے چندہ کر کے اس بندر کی نہایت شاندار ارتھی اٹھائی اور جلوس کے ساتھ کانپور تک لے گئے۔

آل انڈیا خلافت کانفرنس کا اجلاس

آل انڈیا خلافت کانفرنس کا اجلاس جون کے آخری ہفتہ میں بمقام کراچی منعقد ہوگا۔

کیا گورنمنٹ پشاور خالی کرنے پر غور کر رہی ہے

کابل کے اخبار امان افغان کا نامہ نگار سرحد لکھتا ہے جس ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ سوچ رہی ہے۔ کہ اگر پشاور میں شور و شر کی یہی حالت رہی۔ تو اس سے یہی بہتر ہوگا کہ پشاور کو خود بخود خالی کر دیا جائیگا۔

سُنا جاتا ہے۔ کہ سرحدی افسروں نے گورنمنٹ سے صاف صاف کہدیا ہے۔ کہ یا تو اس شورش اور فساد کا پورا پورا انسداد کیا جائے۔ ورنہ سرحد کی حکومت باشندوں کے حوالہ کر دی جائے۔

میونسپلٹی کی امداد سوراجیہ فنڈ میں

مدراس ۔ ۳۰ مئی۔ اخبار ہندو کو معلوم ہوا ہے کہ میونسپل کمیٹی ہاتھرس نے تلک سوراج فنڈ میں ۵۰۰ روپیہ چندہ دیا ہے ۔

قومی سکول گورنمنٹ کی نظر میں

سرکاری اعلان مظہر ہے کہ جو قومی سکول جاری ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ انہیں ایسے پرائیویٹ سکول خیال کرتی ہے جنہیں محکمہ تعلیم نے تسلیم نہیں کیا۔ اور وہ سرکاری درسگاہوں کے طریق سے خارج ہیں ۔

عازمان حج کیلئے اطلاع

شملہ ۳۰ مئی۔ سرکاری مظہر سے کہ جو عازمان حج کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حجاز حکومت کے تحت انہیں چاہیے اگر کوئی شکایت ہو تو جتنی جلدی ممکن ہو سکے حکام حجاز سے شکایت کریں۔ جب وقت یہ لوگ وہاں سے چلے آئینگے اسکے بعد انکی کسی شکایت کی شنوائی نہ ہوگی ۔

ممالک غیر کی خبریں

قسطنطنیہ اور دردانیال غیر جانبدار رہیں

ایتھنز ۔ ۲۵ مئی۔ حکومت یونان نے اتحادیوں کے اعلان کے جواب میں کہ قسطنطنیہ اور دردانیال وغیرہ غیر جانبدار رہینگے۔ لکھا ہے۔ کہ ایک جہاز کی تلاشی لی گئی کہ یورپین ساحل سے ایشیائی ساحل کی طرف مصطفیٰ کمال کو کوئی فوجی کمک نہ بھیجی جا سکے۔ سامان حرب کی بہم رسانی بھی ابھی قطعاً بند ہونی چاہیئے۔

فوجی تحقیقاتی عدالت

لنڈن ۲۶ مئی۔ جنرل النبی نے سکندریہ کے فسادات کے لئے ایک فوجی تحقیقاتی عدالت قائم کی ہے۔ جس کے صدر کرنل کیلی ہیں ۔

سرکاری روئی کی آتشزدگی

سکندریہ کا ایک پیام مظہر ہے کہ روئی کا سرکاری گودام جل رہا ہے اور دس ہزار گٹھڑیوں کے جل جانے کا اندیشہ ہے ۔

صوفیہ میں بم

پیرس ۔ ۲۶ مئی۔ صوفیہ کا ایک پیغام مظہر ہے کہ قومی دن کی تقریب میں اسکولوں کے بچے شاہی محل کے سامنے سے گذر رہے تھے۔ کہ ایک بم پھینکا گیا۔ بادشاہ بالا خانہ میں کھڑے تھے۔ بچے اور [illegible] زخمی ہوئیں ۔

سلیشیا کے شہر روزنبرگ کی تباہی

لنڈن ۔ ۳۰ مئی۔ پولوں نے شہر روزنبرگ کی باقاعدہ تباہی شروع کر دی ہے۔ کیونکہ انہیں جرمن حملہ کا اندیشہ ہے۔ بظاہر پول سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں یہ شہر چھوڑنا پڑیگا۔ اس لئے وہ جرمنوں اور دنیا کو سبق دینا چاہتے ہیں۔ کہ اگر انہیں صنعتی علاقے سے بزور نکالا گیا۔ تو اس علاقہ کا کیا حشر ہوگا؟

ریلوے سٹیشن اور ریل کا بڑا پل بارود سے اُڑا دیئے گئے ہیں۔ اور رہی سہی عمارت کو آگ لگا دیگئی ہے روزنبرگ کی بڑی بڑی عمارتوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہونیوالا ہے ۔

امریکن کارتوس ڈبلن میں

لنڈن ۲۶ مئی۔ دار العوام میں مسٹر ہیمر گرینوڈ نے کہا کہ ۱۴۳۸۸ امریکن کارتوس ۲۶ مارچ سے ڈبلن میں پکڑے گئے ہیں ۔

ڈبلن میں آگ

کسٹم ہاؤس ابھی تک جل رہا ہے۔ اور ہر وقت اس کے گرنے کا ڈر ہے۔ بیشمار ہجوم آگ کو کھڑا دیکھتا رہا۔ جب تک کہ پولیس نے اسکو منتشر نہ کر دیا۔ آئرلینڈ کے اخبارات اس آتشزدگی کو صلح کی اُمید کو صدمہ پہنچانیوالا خیال کرتے ہیں ۔

۲۵ ہزار ہڑتالی برخاست

قاہرہ میں ریلوے کے ملازمین کے کام چھوڑ دینے کی جو دہمکی دی جاتی تھی۔ وہ اسٹرائک نہیں ہوئی۔ ۲۵ ہزار ہڑتالیوں کو برخاست کر دیا گیا ہے۔ اگر ان کو بحال بھی کیا گیا۔ تو ان کے حقوق کچھ نہ کچھ ضرور سلب کئے جائینگے ۔

اسکندریہ کے فسادات کی وجہ

زاغلول پاشا نے ظاہر کیا ہے کہ اسکندریہ کے فسادات سیاسی نہیں۔ بلکہ ان کا باعث یہ ہے۔ کہ یونانیوں نے کمالی مظاہرین پر فائر کئے ہیں ۔

جیل خانے سے نکلکر وزیر اعظم

طہران ۳۰ مئی۔ خراسان کا سابق گورنر کرم سلطان وزیر اعظم بننے کے لئے جیل سے نکل آیا ہے۔ اس اثنا میں مشہد میں اس کے حالات کی تحقیقات ہوگی وہ وثوق الدولہ کا بھائی ہے ۔

مشرقی افریقہ میں ہندوستانیوں کی نیابت

لنڈن ۲۷ مئی۔ ایک سفید کاغذ شائع کیا گیا ہے جس میں مشرقی افریقہ میں ہندوستانیوں کی حالت کے متعلق مسٹر مانٹیگو اور حکومت ہند کی خط و کتابت شائع ہوئی ہے۔ حکومت ہند نے زور دیا تھا۔ کہ کونسل میں ہندوستانیوں کو مناسب نیابت دی جائے۔ ان کے لئے کسی معقول اصول پر حق قائم کیا جائے۔ اور نسلی امتیاز دور کیا جائے ۔

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا ۔